تحفہ امن وسلام

بعنوان

اِنگلستان میں اِسلام

تالیف

ڈاکٹر صہیب حسن

یکے از مطبوعات

مسجد توحید

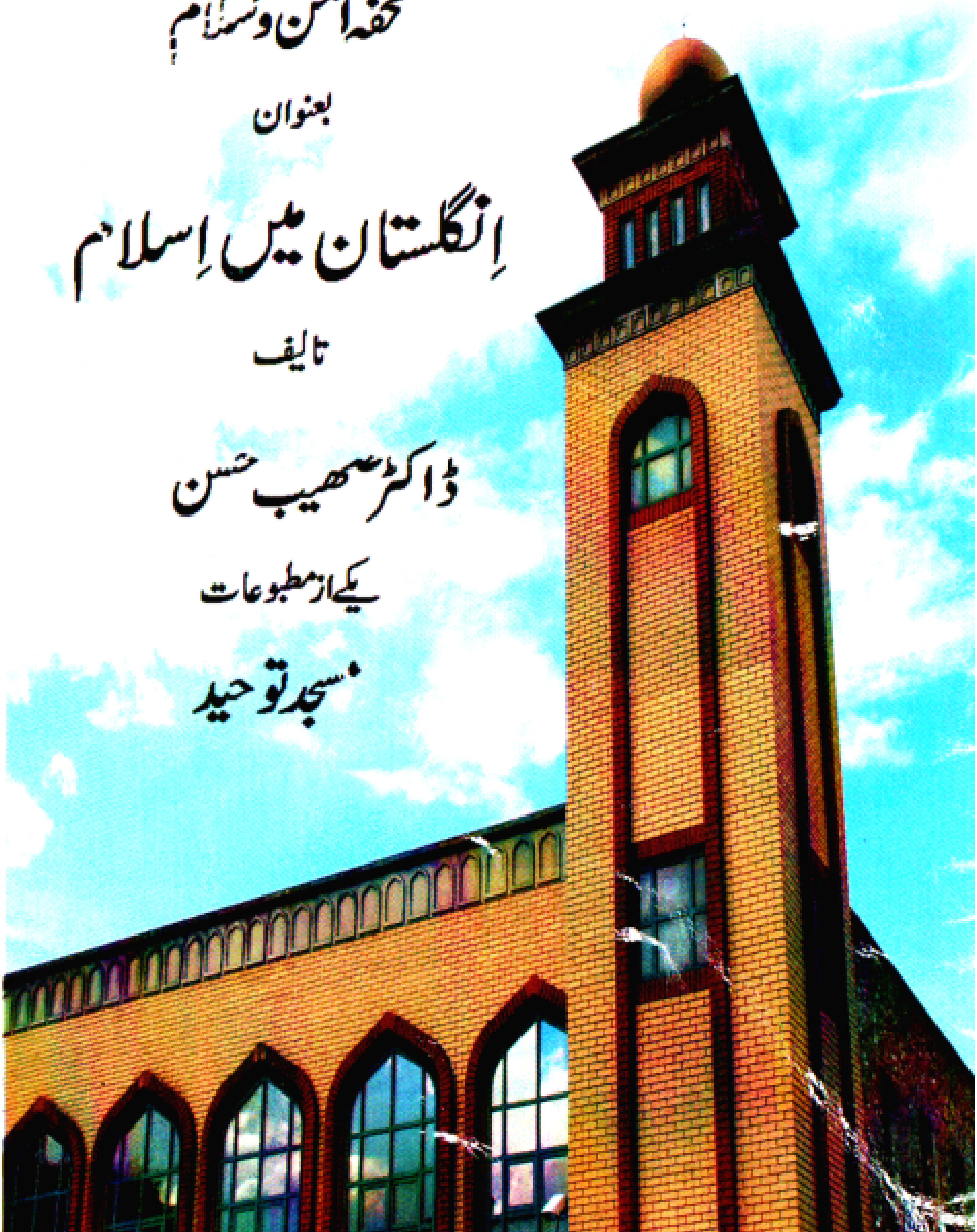

جمعیت اہل حدیث لندن کے انیسویں سالانہ اجتماع کے موقع پر

تحفہ امن وسلام

بعنوان

انگلستان میں اسلام

تالیف

ڈاکٹر صہیب حسن

یکے از مطبوعات

مسجد توحید

80 High Road Leyton London E15 2BP

Tel: 0208 519 6655

www.masjidtawhid.org

پیش لفظ

جمعیت اہلِ حدیث لندن کا انیسواں سالانہ اجتماع میرے لیے اس خدمت کو سرانجام دینے کے لئے مہمیز ثابت ہوا جو قارئین کو "انگلستان میں اسلام" کے عنوان سے نذر کر رہا ہوں۔

ایک چڑیا اپنے گھونسلے کا تنکہ تنکہ جمع کرتی ہے تب کہیں اسکا آشیانہ تعمیر ہوتا ہے لیکن پھر بھی یہ کام چند دنوں میں پایہ تکمیل تک پہنچ جاتا ہے۔ مجھے معلومات کے اس گھونسلے کے تنکے جمع کرنے، انہیں سینت سینت کر رکھنے اور پھر ایک آشیانہ کی زینت بنانے میں تیس سال لگے۔

چونکہ اس کاوش میں مشاہداتی عنصر غالب ہے، اس لیے اسے خودستائش پر محمول نہ کیا جائے بلکہ گواہ کی گواہی۔ ایک شاہد کی شہادت اور ایک راوی کی روایت سمجھی جائے۔

یہ کام مصروفیت کے گھیراؤ اور وقت کی کمی کی بنا پر عجلت میں تمام پذیر ہوا ہے اس لئے اس میں فروگذاشت کا ہونا ممکن ہے۔ میں التماس کرتا ہوں کہ قارئین اگر ایسی کوتاہی یا نقص کو پائیں تو تحریری طور پر میرے علم میں لائیں تا کہ اس کی تلافی مقالہ کے نقش ثانی میں کی جا سکے۔

میں عزیزان محمد اطہر، وقار اور عاطِف متین کا شکر گزار ہوں جنہوں نے ایک محدود وقت میں اس تحریر کا ایک ایک حرف کمپیوٹر کی مدد سے زینتِ قرطاس بنایا، تا کہ وہ بروقت ناظرین کے ہاتھ میں پہنچ سکے۔

اللہ سے دُعا گو ہوں کہ اس حقیر سی کاوش کو قبولیت سے نوازیں اور کاتب تحریر کی لغزشوں سے درگزر فرمائیں۔

۱۷ اگست ۲۰۰۷

صُہیب حسَن

صدر مسجد و مدرسہ التوحید ٹرسٹ

۸۰ لیٹن ہائی روڈ لندن

انتساب

میں دعوتی وتبلیغی میدان سے وابستہ اس خلاصہ معلومات کو اپنے والد مکرّم مولانا عبدالغفّار حسن رحمانی کے نام سے منسوب کرتا ہوں کہ جن کی رہنمائی اور ہمت افزائی زندگی کے ان کٹھن مرحلوں میں ہمیشہ شاملِ حال رہی اور جو بالآخر ۲۲ مارچ ۲۰۰۷ء کو اسلام آباد (پاکستان) میں اس دارِ فانیہ سے دارِ باقیہ کو رحلت فرما گئے۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائیں اور جنت میں درجاتِ اعلیٰ سے نوازیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انگلستان میں اسلام

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

یہ سطور جولائی ۲۰۰۷ء میں تحریر کی جارہی ہیں۔ برطانیہ عظمیٰ کی کل آبادی ساٹھ ملین (چھ کروڑ) کی حدود کو چھورہی ہے اور محتاط اندازے کے مطابق یہاں مسلمانوں کی تعداد دو ملین (بیس لاکھ) کے قریب ہے، برطانیہ کے طول وعرض میں ان کی ایک ہزار کے لگ بھگ مساجد ہیں، ہر بڑے شہر میں ایک بڑی مسجد یا اسلامک سنٹر پایا جاتا ہے، مسلم پرائمری اور سیکنڈری سکولوں کی تعداد بھی سو سے کم نہ ہوگی۔ صرف دینی تعلیم کے متعدد مدارس قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند کر رہے ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ کیسے ہوگیا؟ یہ جاننے کیلئے ہمیں تاریخ کے اوراق، کھنگھالنے ہوں گے۔ یہ مضمون تاریخ کے انہی جھروکوں کی داستان ہے!! آئے اوراق ماضی میں جھانکنے کی کوشش کریں۔

-۱-

جزائر انگلستان میں عیسائیت کی آمد

۵۷۱ء میں جزیرۃ عرب میں اللہ کے آخری نبی محمد ﷺ کی ولادت ہوئی۔ جسطرح جزیرۃ عرب اس وقت بتوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا ایسے ہی انگلستان کے باسی مختلف بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے، شرک کی آمیزش ان کی زبان میں بھی در آئی۔ ہفتے کے سات دنوں کے نام کچھ رومن اور یونانی دیو مالائی خداؤں سے منسوب ہیں اور کچھ انگلستان کے مقامی بتوں سے۔

Sunday	منسوب ہے	Sun God سے	
Monday	منسوب ہے	Moon God سے	
Tuesday	منسوب ہے	Twi God سے	(مقامی دیوتا کا نام ہے)
Wednesday	منسوب ہے	Woden God سے	(مقامی دیوتا کا نام ہے)
Thursday	منسوب ہے	Thor God سے	(مقامی دیوتا کا نام ہے)
Friday	منسوب ہے	Frigg God سے	(مقامی دیوتا کا نام ہے)
Saturday	منسوب ہے	Saturn God سے	

آنحضورؐ کی بعثت اپنی ولادت کے چالیس سال بعد یعنی ۶۱۰ء میں ہوئی۔ اس عظیم واقعہ سے تیرہ سال قبل یعنی ۵۹۷ء میں روم کے کیتھولک پوپ گریگوری نے اپنے ایک نہایت قابل مبلغ سینٹ آگسٹین کو عیسائیت کی تبلیغ کے لیے انگلستان بھیجا۔ مذکورہ پادری انگلستان کے جنوبی علاقہ کینٹ (Kent) پہنچے اور وہاں کے حکمران اتھیلبرٹ (Etherlbert) کو پوپ کا یہ پیغام پہنچایا کہ بتوں کی پوجا کرنا ختم کر دو، مندروں کو ڈھا دو اور لوگوں کیلیے ایک اچھا نمونہ پیش کرو۔ شاہ اتھل برٹ نے معزز پادری سے کہا کہ میرے لیے اتنی جلدی پرانے خیالات کو خیرآباد کہنا مشکل ہے لیکن میں تمہیں تبلیغ کی کھلی چھٹی دیتا ہوں۔ چنانچہ سینٹ آگسٹین پوری تندہی کے ساتھ عیسائیت کی تبلیغ میں مصروف ہو گیا۔ ترسٹھ سال کے عرصہ میں یعنی ۶۶۰ء تک سارا انگلینڈ عیسائیت کی آغوش میں آچکا تھا۔ بالکل آخر میں سسکس (Sussex) اور آئل آف وائٹ نے بھی سپر ڈال دی اور یوں بت پرستی سے تثلیث کی راہ ہموار ہوئی۔ سینٹ آگسٹین کو ۶۰۱ء میں ہی آرک بشپ آف کنٹربری کا خطاب مل چکا تھا اور اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ سرزمین برطانیہ میں عیسائیت کی جڑیں اتنی ہی گہری ہیں جتنی سرزمین عرب میں اسلام کی!! آئرلینڈ میں سینٹ پیٹرک کی جدوجہد کے نتیجہ میں چھٹی صدی کے اوائل ہی میں عیسائیت نے اپنے قدم جما لیے تھے۔

آٹھویں صدی میں اسلامی سکّوں کا پایا جانا۔

۷۵۷ء سے ۷۹۶ء تک انگلستان کے مشرقی اور جنوبی علاقوں Wessex, Kent,Sussex , Surrey , Essex, East Anglia میں شاہ اوفا، کنگ اوفا آف مرسیا کے نام سے حکومت کر رہا تھا۔ اور شاہ فرانس شارلیمین کا ہم عصر تھا۔

نیو انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا (۱۹۷۴) کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ 'شاہ اوفا اینگلو سیکسن انگلینڈ کے اوّلین بادشاہوں میں سے ایک نہایت طاقتور بادشاہ تھا۔'

شاہ اوفا نے اپنے دورِ حکومت میں سونے کے سکّے جاری کیے جو اب بھی برٹش میوزیم میں موجود ہیں۔ ان سکّوں کے ایک طرف عربی خط میں 'لا الہ الا اللہ لاشریک لہٗ' درج ہے اور دوسری طرف 'OFFA REX' کے الفاظ مرقوم ہیں۔ انگریز مؤرخین کنگ اوفا کے انتہائی طاقتور ہونے، اور انگلستان کے ایک وسیع علاقے کو متحد کرنے کا تو تذکرہ کرتے ہیں لیکن اس بات کا اقرار کرنے سے ہچکچاتے ہیں کا 'شاہ اوفا' کے سکّے دراصل اس کی اپنی شخصیت اور اپنے مذہب کے عکاس تھے، یعنی شاہ اوفا نے اسلام قبول کر لیا تھا، انہیں یہ زیادہ قرین قیاس دکھائی دیتا ہے کہ عین ممکن ہے کہ شاہ اوفا نے غرناطہ اور قرطبہ کی مسلم ریاست میں یہ سکّے ڈھلوائے ہوں اور یوں ان سکّوں پر اسلام کے بنیادی عقیدہ کی چھاپ ڈال دی گئی ہو، لیکن یہ کہنا زیادہ صحیح نہیں ہے کہ پاسپورٹ اور جھنڈے کی طرح ایک ملک کا سکّہ ملکی روایات کا عکاس ہوتا ہے اور کنگ اوفا نے ان سکّوں کے توسط سے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا ہے!!

۔۳۔

صلیبی جنگوں سے پندرھویں صدی تک۔

عیسائیت کے ایک ہزار سال پورے ہونے پر یورپ کے عیسائیوں کو یہ بات کسی طرح نہ بھارہی تھی کہ بیت المقدس مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو، چنانچہ یہ خیال کثرت سے پھیلایا گیا کہ عیسٰیؑ کی آمد آمد ہے اور بیت المقدس میں عیسائیوں کی حکمرانی اٹل ہے۔

انگلستان، جرمنی، فرانس، اٹلی اور یورپ کے دیگر ملکوں سے فوجیں اکٹھا ہونی شروع ہوئیں۔فرانس کے قصبہ ماونٹ کلیمانٹ کے مشہور گرجے میں پوپ ھرمٹ کے جارحانہ خطبوں نے سارے یورپ میں آگ لگا دی تھی۔یہیں سے یورپ کی متحدہ فوجیں پاپائے اعظم کی دعاؤں کے جلو میں عازم فلسطین ہوئیں۔

کیا ماونٹ کلیمانٹ کے گرجے میں جمع ہونے والے عیسائیوں کے وہم وگمان میں بھی ہوگا کہ پورے ایک ہزار سال کے بعد اسی گرجے میں مسلمان اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کر رہے ہوں گے!! جی ہاں! پچھلے سال فرانس سے ہمارے چند بھائی ایک مسجد کی تعمیر کے لیے چندہ جمع کرنے کے لئے برطانیہ کا دورہ کر رہے تھے، انہوں نے بتایا کہ اس قصبہ میں مذکورہ گرجے کے قریب مسجد کی تعمیر جاری ہے اور فی الحال عارضی طور پر گرجے میں نماز کی ادائیگی کی جارہی ہے، اور یہ اس لیے بھی ممکن ہوا کہ اب گرجے کو آباد کرنے والے نہیں رہے۔ ہمارا موضوع صلیبی جنگوں کے واقعات نہیں، یہ بتانا مقصود ہے کہ دوسو سال پر محیط ان جنگوں میں یورپ کے عیسائی جنگجوؤں کا یقیناً مسلمان مجاہدین کے توسط سے اسلام کا ابتدائی تعارف ہوا ہوگا لیکن حالت جنگ اور باہمی دشمنی کی بنا پر اسلام کی خوبیاں اُن پر آشکارا نہ ہو سکی ہوں گی۔غازی اسلام صلاح الدین اور شاہ انگلستان رچرڈ شیر دل کا ٹکراؤ، شاہ کی عزیمت اور صلاح الدین کا اُس سے حسنِ سلوک تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہو چکا ہے۔سرزمین فلسطین سے لوٹنے والے عیسائی جنگجوؤں میں کتنے مسلمان ہوئے، ہمارے پاس ایسا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔بعض مصادر میں اتنا ذکر کیا گیا ہے کہ سینٹ البن' St. Alban' (لندن کا ایک قریبی قصبہ) سے تعلق رکھنے والا ایک نائٹ 'Knight' سرزمین فلسطین سے اسلام کا تحفہ لے کر آیا تھا۔یہ تحفہ اُس کی اگلی نسلوں تک منتقل ہو سکا یا نہیں، ہمارے لئے مجہول ہے۔اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔

تیرہویں صدی میں اھلِ اسلام سے تعلقات قائم کرنے کا ایک موقع اور ہاتھ آیا۔اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ شاہ انگلستان شاہ جان لاک لینڈ (۱۱۹۹۔۱۲۱۶) نے چرچ کی مخالفت مول لے رکھی تھی اور یہ مخالفت اس حد تک بڑھ گئی کہ شاہ کا تختہ ڈانواڈول ہونے لگا اور اس نے سرزمین اندلس سے ماوراء مراکش کے سلطان الناصر لدین اللہ سے عسکری مدد چاہی اور اس مقصد کیلئے اس نے سلطان کے پاس ایک وفد بھیجا، یہ شاہ وہی حکمران ہے، جس کے عہد میں اُس دور کا پہلا میثاق حُریّت (MAGNA CARTA) پاس کیا گیا تھا، اس وفد سے بہت ساری اُمیدیں وابستہ کی گئی تھیں لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شُدہ! وفد کئی دن تو باریابی کا منتظر رہا اور جب سلطان سے ملاقات میں عسکری امداد کے بدلے شاہ کی یہ پیشکش بھی پہنچا دی گئی کہ شاہ بمع رعیّت اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہے! سلطان نے اپنے فوجیوں کو

ایک دور دراز اور غیر معروف ملک میں بھیجنے سے معذرت کر دی اور یوں یہ وفد بے نیل و مرام واپس پلٹا اور شاہ کی ساری اُمیدوں پر اوس پڑ گئی۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جریدہ ٹائمز کے نامہ نگار نے لکھا تھا:

'For a crucial moment in the 13th century England faced the prospect of being totally converted lock, stock and barrel into a Muslim country.'

''تیرھویں صدی میں ایک ایسا اہم موڑ بھی آیا تھا جبکہ یہ امکان پیدا ہو چکا تھا کہ سارا انگلینڈ الف سے یے تک ایک مسلم ملک بن جائے۔''

۴۔

تذکرہ سولھویں اور سترّھویں صدی کا۔

نبیل مَطَر اپنی کتاب (Islam in Britain) میں سولھویں اور سترھویں صدی کے دوران انگریزوں اور ترک مسلمانوں کے تعلقات کے ضمن میں بہت سی دلچسپ باتیں لکھتا ہے۔ سنڈے ٹائمز کے نمائندہ ولیم ڈال رمپل کے تبصرے سے ہم چند باتیں نقل کرتے ہیں:

سولھویں اور سترھویں صدی میں عثمانی ترکوں کی بحری طاقت میں فوقیت اہلِ انگلستان کو مرعوب کرنے کے لیے کافی تھی، ۱۶۰۹ء اور ۱۶۰۶ء کے درمیان عثمانی ترکوں نے '۴۶۶' انگریزی جہازوں پر حملے کیے اور اُن کے عملے کو زنجیروں میں جکڑ دیا۔ ۱۶۲۶ء کے لگ بھگ پانچ ہزار سے زائد انگریز سلطنت عثمانیہ کے مقبوضات الجزائر اور ''سالی'' میں محبوس تھے۔ لندن میں انتھک کوششیں جاری تھیں کہ اُنہیں کیسے واپس بلایا جائے کہ یہ دوسروں کی دیکھا دیکھی تُرک نہ بن جائیں (یعنی مسلمان نہ ہو جائیں)۔ ۱۶۲۰ء تک یہ حال ہو چکا تھا کہ ترکی بحری بیڑا بحرِ روم سے نکل کر برطانوی پانیوں کو اپنی یلغار کا نشانہ بنا رہا تھا۔ ۱۶۷۰ء میں سٹپنی کے '۱۴۰' افراد کی طرف سے بادشاہ کے دربار میں یہ پٹیشن دائر کی گئی کہ اُنہیں انگریزی تجارتی جہازوں سے پکڑ کر الجزائر میں قید کر دیا گیا، جو بات زیادہ باعث تشویش تھی کہ ان حملوں میں اُن کے ہم وطن انگریز بھی شامل ہیں جو اسلام قبول کر چکے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ گو چند لوگوں کو اس امر کے لئے مجبور بھی کیا گیا ہو تو اکثریت نے بخوشی اسلام قبول کیا ہے اور اب وہ سلطنت عثمانیہ میں ایک خوشحال زندگی گزار رہے ہیں۔

کیا یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ سولھویں صدی میں سلطنت عثمانیہ کا انتہائی طاقتور خواجہ سرا (ہیجڑا) حَسن آغا دراصل گریٹ یارمتھ کا سیمسن رولی تھا۔ الجزائر کے مورِث حکمران (یعنی مسلمان امیر) کا جلاّد ابو سلام (عبد السلام)، ایگزیٹر ''Exeter'' کا ایک قصائی نکلا۔

یہ جب بار بار ساحل سے عثمانی ترکوں نے کئی انگریزوں کو گرفتار کر لیا تو شاہ چارلس دوئم نے کیپٹن ہملٹن کو ان انگریزوں کی بازیابی کے لئے روانہ کیا۔ ان تمام انگریزوں نے واپس آنے سے انکار کر دیا کہ وہ مسلمان ہو کر ایسی خوشحال زندگی گزار رہے تھے جس کا انگلستان میں تصور بھی محال تھی۔ کیپٹن ہملٹن نے خالی ہاتھ واپس آ کر اپنی رپورٹ میں الفاظ لکھے:

''ان لوگوں نے تُرک عورتوں کی خاطر اپنے خُدا کو چھوڑ دیا ہے۔ بہر حال یہ خواتیں عام طور پر خوبصورت ہیں۔''
یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلام قبول کرنے والے انگریز غلاموں کی نہیں بالکل آزاد سوداگروں کی زندگی گزار رہے تھے۔ سترھویں صدی کے آواخر میں انگلینڈ کی بیرونی تجارت کا چوتھائی حصہ تُرکی کیساتھ کی جانے والی تجارت کا تھا۔ سَر تھامس شرلے نے تنبیہ کرتے ہوئے لکھا:
''اِن کافروں کا دین اختیار کرنے سے بڑا انساد پیدا ہو رہا ہے۔ جتنا زیادہ وقت انگریز دیارِ اسلام میں گزارتے ہیں، وہ مسلمانوں کے طور و اطوار مزید قبول کرنے لگتے ہیں۔ تمام قوموں بشمول انگریزوں کے بہت سے نوجوان جو تُرکی میں اقامت پذیر ہیں، ہر تین سال میں اپنے عقیدے کا ایک رکن چھوڑ دیتے ہیں۔''
عقیدہ اسلام نے، نہ کہ تلوار نے، بہت سے انگریزوں کے دلوں کو جیت لیا ہے۔ ۱۶۰۶ء میں مصر میں مقیم انگریز قونصل بنجامین بشپ نے اسلام قبول کر لیا تھا اور جب سے اُس کا نام پبلک ریکارڈ سے غائب کر دیا گیا۔
ایسا بھی ہوا کہ بہت سے انگریز خواجہ سرا بننے کی بنا پر واپس آنے پر مجبور ہوئے۔ کچھ نے دوبارہ چرچ سے وابستگی کی درخواست کی، اور کچھ اپنے نئے دین پر ڈٹے رہے۔ ۱۶۳۷ء میں آرک بشاپ لاڈ نے جب مرتدین کے لئے کفارے کی ایک صورت پیش کی تو پارلیمنٹ میں اس موضوع پر مفصّل بحث ہوئی۔
سترھویں صدی کے وسط میں ایک انتہائی دلچسپ بحث کا آغاز ہوا کہ آیا مشرق سے برآمدہ 'کافی' کوئی ایسا ساحرانہ اثر رکھتی ہے کہ جس کے نتیجہ میں انگریز اپنے دین کو چھوڑ کر مسلمان بن جانے پر مجبور ہو جاتا ہے اور آیا 'کافی' کے ذریعہ عالمِ عیسائیت کو برباد کرنے کی تُرک سازش پُر اسرار طور پر کام کر رہی ہے۔
تبصرہ نگار آخر میں لکھتا ہے کہ میں نے پچھلے چند ماہ میں جو کتابیں پڑھی ہیں اُن میں یہ سب سے زیادہ حیران کُن ہے۔

-۵-

اٹھارویں اور انّیسویں صدی۔

۱۸۸۹ء میں سرزمین انگلینڈ میں دو مسجدیں قائم ہوئیں۔ ایک لورپُول میں اور دوسری ووکنگ میں۔ ان دونوں کا تذکرہ اس فصل کے بعد آرہا ہے۔
ہم سردست اپنی بات مذکورہ تاریخ سے قبل تک محدود رکھتے ہیں۔ اس فصل میں دعوتِ اسلام سے زیادہ انگلینڈ میں مسلمانوں کی سرگرمیوں کا تذکرہ کیا جائے گا اور وہ بھی خاص طور پر اُن مسلمانوں کا جو برصغیر ہند سے یہاں وارد ہوئے۔ ہماری معلومات زیادہ تر روزینہ وزرام کی کتاب ''Ayahs, Lascars & Princess'' سے ماخوذ ہیں، جو سَن ۱۷۰۰ سے لے کر پاکستان بننے تک (یعنی ۱۹۴۷) کے دور کا احاطہ کرتی ہے۔
جیسا کہ تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۶۰۰ء میں ہندوستان سے مسالوں کی تجارت کو فروغ دینے کے لئے ایسٹ انڈیا کمپنی

قائم ہوئی اور ۱۶۱۲ء میں انگریزوں کا پہلا بحری جہاز ہندوستان پہنچا اور بادشاہ جہانگیر کے دربار میں باریابی کا خواہشمند ہوا۔ اور پھر ہندوستان میں انگریزی تجارتی کوٹھیوں کا آغاز ہوا۔ یہاں تک کہ کمپنی نے باقاعدہ اپنی عسکری قوت پیدا کرلی۔ ۱۷۵۷ء میں کلائیو نے بنگال کے سراج الدولہ کو شکست دے کر مغل بادشاہوں سے وہاں ٹیکس جمع کرنے کی اجازت حاصل کرلی۔

۱۷۷۳ء میں جبکہ وارن ہیسٹنگز ہندوستان کا وائسرائے تھا۔ لندن سے ڈائرکٹ حکومت کی جانے لگی۔

۱۸۱۳ء میں عیسائی مشنریز کو تبلیغ کی کھلی چھٹی دیدی گئی اور اگلے پچاس سال میں تقریباً سارا ہندوستان اُن کے قبضے میں تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی انگریزوں کو اگلے نوے سال کے لئے مزید اَستحکام بخش گئی۔ اس صدی میں انگریز ہندوستان کی سستی لیبر کو اپنے مقبوضات سیلون، برما، ملایا، جنوبی افریقہ، مشرقی افریقہ اور فجی میں لے جاتے رہے اور برطانیہ میں بھی واپس آنے والے انگریز خاندانوں کے ساتھ ہندوستانی آیا ہیں، نوکر اور جہازوں میں کام کرنے والے خلاصی آنے لگے۔ اِنہی سیلرز کو لسکر کا نام دیا گیا جو ''لشکر'' کی تحریف شدہ شکل ہے۔

۱۸۵۰ء کے بعد انڈین سول سروس کے امتحانات میں شرکت کے لئے ہندوستانی طلبہ نے بھی برطانیہ کا رُخ کیا۔ متمول تجار نے بھی برطانوی مارکیٹ میں نام پیدا کرنے کے لئے اپنے کاروبار کی شاخیں یہاں قائم کیں۔

اب کچھ تذکرہ ہوجائے اُن مسلمانوں کا جنہوں نے کسی نہ کسی حوالہ سے انگلینڈ میں نام پیدا کیا۔ دین محمد نامی ایک نوجوان، جس کا تعلق پٹنہ (بنگال) سے تھا، کیپٹن بیکر کے ساتھ ۱۷۸۴ء میں کورک (آئرلینڈ) آیا۔ ایک آئرلیش لیڈی ''جین'' سے شادی کی۔ ۱۸۰۱ء میں برائٹن منتقل ہوگیا اور وہاں ''Indian Vipor Baths & Shampooing Establishment'' نام سے ایک حمام کھولا۔ اس حمام میں جڑی بوٹیوں سے معطّر پانی کے بخارات سے روماٹزم، وجع المفاصل اور دیگر دردوں میں مبتلا اشخاص کا نہلانے اور مساج کے ذریعہ علاج کیا جاتا تھا۔ خیال ہے کہ انگریزی لفظ "Shampoo" دراصل ہندی لفظ چاپی بمعنی مساج سے نکلا ہے اور اب صرف سر دھونے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

دین محمد اب شیخ دین محمد کے نام سے متعارف ہوچکا تھا اور اُس کے حلقۂ اثر میں بڑی بڑی شخصیات شامل ہوچکی تھیں۔ یہاں تک کہ شاہ جارج چہارم نے اُسے اپنے حمام کا بھی انچارج مقرّر کردیا تھا۔ اس نے جڑی بوٹیوں کے فوائد پر میٹیریا میڈیکا بھی پیش کی۔ دین محمد ۱۸۵۱ء میں انتقال کرگیا۔ اس کے پانچ بچوں میں سے تین اُسکی وفات کے وقت باحیات تھے۔ لیکن اُن کے ناموں سے یہی اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ دین محمد کو چھوڑ چکے تھے۔ اُس کے بیٹے فریڈرک نے باپ کی روایت کو میڈیکل تعلیم حاصل کرکے آگے بڑھایا اور میڈیکل میں مزید تالیفات پیش کیں۔ اس کے دوسرے دو بھائی ہوریشو اور آرتھر تھے۔ دینِ محمد کے ایک پوتے جیمز کیرمان کے نام سے پہلے "Reverend" کا لقب دیکھ کر گمان ہوتا ہے کہ وہ پادری بن چکا ہوگا۔

۱۸۰۴ء سے لسکر (یعنی عملہ بحری جہاز) کی آمد شروع ہوئی۔ یہاں دورانِ اقامت اُن سے نوکروں جیسا سلوک کیا جاتا۔ اسی بدسلوکی کی بنا پر یہ واقعہ رقم کیا گیا کہ ایک جہاز کا پورا مسلمان عملہ دریائے ٹھیمز پہنچتے ہی غائب ہوگیا۔

ایک اور واقعہ درج کیا گیا ہے کہ مسلمان عملہ کو سُور کا گوشت کھانے پر مجبور کیا گیا اور حکم عدولی کی بنا پر پیروں سے پابندِ سلاسل کر دیا گیا۔ لسکر کی رہائش گاہیں تنگ تھیں جہاں سخت سردی سے بچاؤ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ ہر سال سوا ایک سو تیس لسکری انہی تکلیفوں کی بنا پر ملک عدم سدھار جاتے۔ ۱۸۴۲ء کے بعد ہر سال تین ہزار لسکری برطانیہ آ رہے تھے۔ اور ایک ایک کمرہ میں آٹھ آٹھ آدمیوں کو ٹھہرنے پر مجبور کیا جاتا۔

۱۸۵۷ء میں ویسٹ رچمنڈ کے علاقہ میں ان لوگوں کے لئے "Strangers House" قائم کیا گیا۔ یہ لوگ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم تھے۔ بیشتر مسلمان تھے جن کا تعلق مشرقی بنگال، پنجاب، احمد آباد اور سورت سے تھا۔

۱۸۵۰ء میں سیّد عبداللہ نامی ایک اہلِ علم شخص لندن میں ''ہندوستانی'' کے پروفیسر تھے۔ مُرشد آباد (بنگال) کے نواب عرصہ دراز تک یہاں مقیم رہے کہ ان کی ریاست کو انگریزوں نے اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ ۱۸۸۰ء میں واپس چلے گئے۔

۱۸۶۹ء میں اڑیسہ کے امیر علی قانون کی تعلیم کے لئے انگلینڈ آئے۔ چار سال بعد واپس ہندوستان چلے گئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد ۱۹۰۴ء میں دوبارہ انگلینڈ کی سکونت اختیار کر لی۔ پریوی کونسل کے پہلے انڈین مسلمان ممبر تھے۔ کئی سال تک ووکنگ مسجد (جس کا ذکر آ رہا ہے) کے چیئرمین رہے۔ کئی کتابوں اور خاص طور پر اسلامی قانون اور اسلامی تاریخ سے متعلق تالیفات کے مصنف تھے۔ ۳ اگست ۱۹۲۸ء کو وفات پائی۔

اب ہم منشی عبدالکریم کا تذکرہ کرتے ہیں جس نے ملکہ وکٹوریہ سے وابستگی کی بنا پر خوب شہرت پائی۔

منشی عبدالکریم اور محمد بخش ۱۸۸۷ء میں ملکہ وکٹوریہ کی گولڈن جوبلی کے موقع پر انگلینڈ آئے۔ اوّل الذکر شاہی دربار میں ایک معمولی خادم تھے۔ لیکن کچھ پڑھے لکھے تھے، اس لئے ملکہ نے اُنہیں ''ہندوستانی'' کی تعلیم کے لئے اپنا اتالیق مقرر کر لیا۔ منشی کا لقب پایا۔ ملکہ کا اتنا قُرب پایا کہ بعض ایسی تقریبات میں جسمیں صرف شاہی خاندان کے افراد شریک ہو سکتے تھے، منشی کو بھی صرف ملکہ کے اصرار پر شریک کیا جاتا۔ "CIE" کے ایوارڈ سے بھی نوازا گیا یعنی'' **Companian of the Order of the Indian Empire**''۔

۱۹۰۱ء میں قیصرہ ہند ملکہ وکٹوریہ نے وفات پائی تو مُنشی کا ستارہ ماند پڑ گیا۔ کنگ ایڈورڈ ہفتم کے تخت نشیں ہوتے ہی منشی سے متعلق ساری یادداشتیں جلا دی گئیں۔ منشی واپس ہندوستان چلا گیا۔ آگرہ میں سال ۱۹۰۹ء میں وفات پائی۔

تاریخی تسلسل کے اعتبار سے اب ولیم کوئیلیم عبداللہ کی مسجد لورپول اور ووکنگ کی مسجد شاہ جہاں کا تذکرہ ہونا چاہیے۔ لیکن ان کی خصوصی اہمیت کی بنا پر اگلی فصل انہی دونوں مساجد کے بیان کے لئے مختص کر دی گئی ہے۔

روزینہ وزرام کی کتاب سے ہم ایک اور شخصیت کا تعارُف کرائے دیتے ہیں۔

یہ شخصیت ہے نور النساء عنایت خان کی جو ٹیپو سلطان شیرِ میسور کے خاندان سے تھی۔

نُور کا والد عنایت خان ۱۹۱۲ء میں انگلینڈ آیا۔ ایک امریکن خاتون کو مسلمان کر کے شادی کی اور اپنے حلقۂ احباب میں ایک صوفی طریقہ کا

آغاز کیا۔ ۱۹۱۳ء میں روس جانا ہوا، جہاں اگلے سال ''نُور'' کی ولادت ہوئی۔ پھر خاندان فرانس منتقل ہو گیا، جہاں سے ۱۹۲۰ء میں جرمنوں کے تسلّط کی بنا پر واپس انگلستان آگیا۔

''نُور'' نے برطانوی سیکریٹ سروس کے ساتھ بحیثیت وائرلیس آپریٹر کام کیا۔ دوسری جنگِ عظیم شروع ہو چکی تھی۔ جُون ۱۹۴۳ء میں نُور کو برطانیہ کے جاسوس کی حیثیت سے پیرس میں متعیّن کیا گیا۔ نُور نے اپنے فرائض بڑی مہارت سے انجام دیئے لیکن چار ماہ بعد ہی جرمنوں کے ہاتھ آگئی۔ مختلف جیلوں میں رکھنے اور طرح طرح سے اذیّت پہنچانے کے بعد بالآخر ۱۲ ستمبر ۱۹۴۴ء کو زندگی کی قید سے آزاد کر دیا گیا۔ برطانیہ نے بعد از مرگ اپنے اعلیٰ ترین ایوارڈ جارج کراس سے نوازا۔ وائے رے قسمت۔ دادا یا پردادا (یعنی ٹیپو سلطان) کو انگریزوں نے شہید کیا۔ اور پوتی دولتِ انگلیشیہ کی مدافعت کرتے ہوئے جرمنوں کے ہاتھ دم توڑ گئی۔

یہاں اس بات کا ذکر بھی مناسب ہو گا کہ جنگ کے دوران مسلمان فوجیوں کا کثرت سے برطانیہ آنا جانا رہا۔ ان کے لئے حلال کھانے کا بندوبست کیا جاتا۔ ان کے لئے خاص طور پر بمبئی سے مسلمان باورچی لائے گئے۔

گویا ''حلال گوشت'' انگریزوں کے لئے کوئی انوکھی اصطلاح نہیں۔ بڑا پرانا تعارف ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ ابھی تک اس موضوع پر آنکھ مچولی جاری ہے۔

اب ہم ۱۸۸۰ء کی طرف لوٹتے ہیں تاکہ تاریخی تسلسل قائم رہے۔

۔۶۔

جزائر برطانیہ کا شیخ الاِسلام۔

اس کہانی کا آغاز ۱۸۸۴ سے ہوتا ہے۔

برطانیہ کے ساحلی شہر لورپُول کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ وہاں ایک ایسے شخص کی پیدائش ہوئی جو برطانیہ کا شیخ الاِسلام کہلایا۔

ولیم ہنری کوئیلیم ایک نوجوان بیرسٹر اور صحافی تھے۔ حساس دل اور روشن دماغ رکھتے تھے۔ مطالعہ کا بے پناہ شوق تھا۔ عیسائیت پر اطمینان نہ ہونے کے باعث کئی دوسرے مذاہب کا مطالعہ کیا جن میں ہندومت، بدھ مت، پارسیوں کی آتش پرستی، کنفیوشس کی تعلیمات، قدیم مصری توہمات اور بک آف مارمن شامل تھے۔ تذبذب میں مبتلا رہے کہ کون سا دین اختیار کریں۔ ایک دوست نے مشورہ دیا کہ اگر تثلیث سے مناسبت نہیں تو توحیدیت (Unitarian) اختیار کرلو۔

۱۸۸۴ء میں اسپین جانا ہوا اور وہاں سے مراکش کے شہر طنجہ میں کچھ وقت گزارا۔ اسلام سے ابتدائی تعارف ہوا۔ اس بات نے متاثر کیا کہ وہاں وہ اخلاقی برائیاں نہیں نظر آتیں جو اُس نے اپنے ملک میں دیکھیں۔ انگلستان واپس آتے ہی قرآن مجید کا ایک انگریزی ترجمہ خریدا، جو اسلام میں داخلے کا سبب بنا۔ مراکش سے واپسی پر امریکی نسل کا ایک چھوٹا بندر ساتھ لائے۔ لورپُول میں اپنا ایک چھوٹا سا زُو (Zoo) بھی قائم کیا، جس میں ایک گیدڑ، ایک بھیڑیا، ایک لومڑ اور ایک مگرمچھ بھی تھا۔

اسلام تو قبول کرلیا لیکن لوگوں کا ہنسی مذاق شروع ہوگیا۔ کسی نے کہا: پاگل ہے، رینہل (RainHill) کے پاگل خانے میں بھیج دو!
ولیم جواب عبداللہ کے نام سے موسوم ہوئے، پہلے ہی سے شراب سے متنفر تھے اور ترک مسکرات پر لیکچر دیا کرتے تھے۔ اپنی قوت
گفتار اور گرمیٔ کردار سے کئی لوگوں کو مسلمان کیا۔ شروع شروع میں دو سال کے عرصہ میں صرف چار شخص مسلمان ہوئے۔
ماؤنٹ ورنن سٹریٹ پر ایک مکان میں یہ لوگ جمعہ اور ہفتہ کو جمع ہوتے اور اپنے ایمان کو تازہ کرتے۔ اہلِ محلّہ کے لئے یہ ایک نئی چیز تھی۔
کچھ دل جلوں نے مکان کی کھڑکیاں تک توڑ دیں۔ مالک مکان نے صرف اس کے مسلمان ہونے کے جرم میں گھر سے نکال باہر کیا۔ ولیم
نے ایک شخص سے اسلام کی حقانیت پر مباحثہ کیا اور پھر قرآن کا ترجمہ پڑھنے کو دیا۔ اور یہ شخص تین ہفتوں کے بعد آ کر مسلمان ہوگیا۔
برکین ہیڈ کی ایک تقریر میں ایک خاتون نے اسلام قبول کیا۔
پانچ سال میں یہ تعداد تیس ہوگئی۔
۱۸۸۹ میں بروگھم ہال، بروگھم ٹیرس، ویسٹ ڈربی روڈ کے ایک مکان میں مسجد کا آغاز کیا گیا جہاں باقاعدہ جمعہ کا خطبہ کا دیا جاتا جو عربی
اور انگریزی دونوں زبانوں میں ہوتا تھا۔ دس سال کی محنت کے بعد ایک سو پچاس آدمی مسلمان ہو چکے تھے۔ ہم یہاں اسلامیہ پریس
لاہور سے طبع شدہ ایک کتابچے سے جو باہتمام مولوی کریم بخش (۱۸۹۲) شائع ہوا۔ چند باتیں عرض کرتے ہیں۔
جمعہ کی اذان عربی انگریزی دونوں میں دی جاتی ہے اور اذان سن کر تقریباً دو سو تماشائیوں کی بھیڑ اکھٹی ہو جاتی ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے
مؤذن کو ڈھیلا دے مارا اور بیچارے کو ہسپتال لیجانا پڑا۔
کتابچہ کے مولف ولیم کو ولیم کے لئے اسی نام کی مناسبت سے شیخ کلیم اللہ کا نام تجویز کرتے ہیں۔ شیخ نے اپنے تین لیکچروں کا مجموعہ شائع کیا
جس کی دو ہزار کاپیاں آٹھ مہینے میں ختم ہوگئیں۔ پھر اس کا ترجمہ ہندی، بنگالی، برہمی، فارسی، ترکی اور عربی میں بھی کرا کر شائع کیا۔ اس
پمفلٹ کی مانگ ملاحظہ ہو کہ اس کی طلب کے لئے تین خط مکہ سے آ چکے ہیں۔
مئولف لکھتے ہیں کہ انجمنِ اسلامیہ لورپول کے نائب صدر مولوی رفیع الدین ہیں جن کا تعلق بمبئی سے ہے اور فی الحال لورپول میں مقیم
ہیں۔
۲۵ دسمبر ۱۸۹۱ء کے خطبے میں انہوں نے دعوتِ اسلام کے ضمن میں شیخ کلیم اللہ کی مساعی کا تذکرہ کیا ہے۔
وہ لکھتے ہیں کہ شیخ الاسلام کلیم اللہ نے ایسے ناٹک کو ہونے سے روکا جس میں آنحضور ﷺ کی نقل اُتاری جانی تھی۔ پنجاب گزٹ سیالکوٹ
اور دلگداز، لکھنو میں اس ناٹک کے بارے میں لکھا گیا تھا۔
مئولف نے شیخ الاسلام کے پمفلٹ "فیتھ آف اسلام" کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی میز پر اس پمفلٹ کے پانچ
نسخے خرید کر رکھے گئے ہیں، اور وہ خوش ہیں کہ اگر انگریز مسلمان ہوں گے تو وہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے قابل قبول ہوں گے۔
شیخ کلیم اللہ کی اپیل پر ہندوستانی مسلمان بھی چندہ جمع کر رہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ حاجی عبداللہ عربی مدنی نے پچاس ہزار روپیہ دینے کا
وعدہ کیا ہے۔ مسلمانانِ حیدر آباد نے ایک جلسہ میں دس ہزار روپیہ جمع کیا۔ بنگلور، بریلی اور بنارس میں بھی چندہ ہوا۔ سلطان رُوم باب عالی

نے بھی مدد دینے کا وعدہ کیا ہے۔

صاحب کتابچہ نے جہاں عام مسلمانوں سے مدد کی درخواست کی ہے وہاں بعض مسلمانوں کے اس اعتراض کا بھی ذکر کیا ہے کہ علی گڑھ کی مسجد ابھی تک نامکمل ہے تو پیسہ باہر کیوں بھیجا جائے۔ مؤلف نے اس اعتراض کا جواب بھی دیا ہے۔

بتایا گیا ہے کہ اب تک اُنچاس آدمی مسلمان ہو چکے ہیں۔

اب کچھ باتیں جان جے پُول کی کتاب "Studies in Mohammadanism" سے جو ۱۸۹۲ء میں طبع ہوئی۔ سن طباعت سے ایک سال قبل پُول نے ولیم کوئیلیم کی مسجد کی زیارت کی۔ اب "پُول" کا بیان کا ملاحظہ فرمایئے:

۱۸۹۱ء میں ولیم نے لورپول مسلم اِنسٹی ٹیوٹ قائم کی۔ جب میں نے مسجد کی زیارت کی تو مسٹر ولیم کو مسجد کی کھڑکی سے عربی اور انگریزی میں اذان دیتے دیکھا۔ باہر لوگ جمع تھے اور تعجب سے اذان سن رہے تھے۔

مسجد کے صدر دروازہ کی پیشانی پر یہ الفاظ مرقوم تھے۔

" There is no God but God and Mohammad was His Prophet. "

میں نے ولیم کی توجہ دلائی کہ ترجمہ "Was" کے بجائے "Is" ہونا چاہیئے۔ بظاہر یہ کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔

اتوار کے دن شام کے اجتماع میں ستّادن افراد شریک تھے۔ نماز میں عام طور پر الفاتحہ اور ایک مختصر سورت کی تلاوت کی جاتی ہے۔ انگریزی میں ترانے گائے جاتے ہیں۔

باہر ایسے لوگ بھی ہیں جو کھڑکیوں اور دروازوں پر پتھر پھینکتے ہیں۔

ولیم نے ۱۸۹۱ء میں اپنے دس سالہ بیٹے کیساتھ دولت عثمانیہ کے سلطان، خلیفہ وقت کی زیارت بھی کی تھی۔ سلطان نے اُسے "Bay" (کولونیل: کرنل) کے خطاب سے نوازا۔ (اور ۱۸۹۴ء میں "شیخ الاسلام" کے لقب سے)۔

ولیم کوئیلیم نے تین کتابچے تصنیف کیئے ہیں، جن کے نام ملاحظہ ہوں۔

1. Fanatics and Fanaticism

2. Faith of Islam

3. The Religion of The Sword

جان جے پُول نے ان معلومات کے مہیّا کرنے کے بعد اپنے ان خیالات کا اظہار کیا ہے۔

۱۔ ولیم کے سورہ مائدہ پڑھنے اور پڑھانے پر اعتراض کہ اس میں یہود اور نصاریٰ پر کلام کیا گیا ہے اور سخت احکامات دیئے گئے ہیں۔

۲۔ ولیم کا اپنے دوسرے پمفلٹ میں یہ کہنا درست نہیں کہ قرآن میں کوئی نفرت انگیز کلمہ نہیں ہے اور یہ کہ اسلام میں جبر نہیں اور نہ ہی ظلم ہے۔

۳۔ اس وقت انگلینڈ میں مسلمانوں کی تعداد کا گوشوارہ ایسے ہے:

لندن: ۱۲۰ مسلمان زیادہ تر باہر سے ہیں۔

مانچسٹر: ۴۰ مسلمان جن میں چار انگریز ہیں۔

ووکنگ: ایک مسجد اور مدرسہ ہے جسمیں دو طالب علم ہیں۔

لورپول: ۵۲ مسلمان جن میں ۱۴ خواتین ہیں۔

اوراب جان جے پُول کا تبصرہ ملاحظہ کیجیئے:

"In my Judgement the movement which Mr. Quillium has inaugurated is a forlorn hope. Islam in England may drag on for some years a feeble existence but then it will probably die a sudden death." (p.204)

''میرے اندازے کے مطابق مسٹر کوئیلیم نے جو تحریک شروع کی ہے وہ ایک اُمید موہوم کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسلام انگلینڈ میں چند سال ایک کمزور چال کے ساتھ مزید گھسٹ لے گا۔ لیکن پھر امکان یہی ہے کہ اچانک دم توڑ دے گا۔''

جان جے پُول کے ان آسیب زدہ کلمات پر میں صرف یہ تبصرہ کروں گا کہ اگر آج وہ زندہ ہوتا تو اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا کہ اسلام اس کی تحریر کے ایک سو پندرہ سال بعد تک زندہ رہا۔ بلکہ ۲۰۰۷ء میں ان کی تعداد بیس لاکھ سے متجاوز کر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جزائر برطانیہ کے لیئے خیر چاہا تھا کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد یہاں رجال کار کی قلت کی بنا پر ہجرت کے دروازے کھول دیئے گئے۔ ہندو پاک سے محنتی اور جفاکش نوجوانوں نے یہاں آکر فیکٹریوں، ملوں، کارخانوں اور بندرگاہوں پر اپنا پسینہ خشک کیا۔ بظاہر وہ روزی کمانے کے لیئے آئے تھے لیکن ان لوگوں میں وہ سعید روحیں بھی شامل تھیں جنہوں نے اپنے علاقوں میں مسجدیں بسائیں۔ شام کے مدرسے آباد کیئے۔ حلال گوشت کی جستجو کی اور اہلِ برطانیہ کو اسلام سے روشناس کروایا، اور یوں مقامی آبادی میں اسلام کا پیغام پہنچا۔ اور وہ اسلام جو ۱۸۹۲ء میں ایک کمزور رُوجود رکھتا تھا، اب ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر چکا ہے۔

انسان سوچتا کچھ ہے، ہوتا کچھ ہے۔ اللہ کے کام اللہ ہی جانے۔

ولیم کوئیلیم نے دو ہفتہ وار اور ماہوار رسالے بھی جاری کیئے۔ ''مسلم وَرلڈ'' اور ''کریسینٹ'' کے نام سے، برٹش لائبریری میں دونوں رسالوں کا مغز مائکروفلم کی صورت میں موجود ہے۔ کوئیلیم ایک اچھے انشاپرداز اور شاعر تھے۔ قرآن کی چند آخری سورتوں کا انہوں نے منظوم انگریزی ترجمہ کیا ہے جو انگریزی نظم کا شاہکار قرار دیا جاسکتا ہے۔ لاوارث بچوں کی نگہداشت کے لئے مدینہ ہاؤس قائم کیا جہاں اس وقت تک بچوں کی دیکھ بھال کی جاتی تھی جب تک کہ ان کے والدین نہ مل جاتے۔ لڑکے اور لڑکیوں کی تعلیم کا مدرسہ بھی جاری کیا۔

عبداللہ کوئیلیم مسلمانوں کے دفاع میں نہ چُوکتے۔ اس وقت کے وزیرِ اعظم گلیڈسٹون نے جب لورپول کے ایک اجتماع میں ارمینیا کے

مسئلہ پر عثمانی خلیفہ کے خلاف تقریر کی تو انہوں نے اپنی مسجد میں اس تقریر کا یُوں جواب دیا کہ ''مسیحی تشدد کا حوالہ کیوں نہیں دیا جاتا۔ ایک امریکن اگر استنبول میں بم رکھ کر معصوم لوگوں کی جان لیتا ہے تو ہیرو کہلائے لیکن ایک افغانی خیبر پاس میں اپنے وطن کیلئے لڑے تو غدار کا لقب پائے!!''

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لور پول کے غیر مسلموں کی مسلسل مخاصمت اور حکومت کی نظر میں غیر پسندیدہ ہونے کی بنا پر عبداللہ قولیلیم اپنی اٹھارہ سالہ محنت کو یکا یک چھوڑ چھاڑ برطانیہ ہی سے رُخصت ہو گئے اور تُرکی جا بسے۔ لور پُول کی مسلم کمیونٹی بھی تتر بتر ہو گئی۔ بیشتر نے انگلینڈ کی واحد مسجد (مسجد شاہ جہاں بیگم) ووکنگ کے سایہ عاطفت میں پناہ لینے میں عافیت سمجھی۔

شیخ عبداللہ اپنی وفات سے قبل ووکنگ واپس آ چکے تھے، جہاں ۱۹۳۲ء میں اُن کا انتقال ہو گیا۔

اُن کے ورثہ میں اسلام کہاں تک باقی رہا، یہ امر ابھی قابل تحقیق ہے۔ اتنا تو معلوم ہوا ہے کہ شیخ عبداللہ کی پوتی پیٹریشا گارڈن نے دو سال قبل مسجد والی عمارت کے باہر اپنے دادا کے نام کی تختی نصب کرنے کی تقریب میں شرکت کی تھی۔ جزائر برطانیہ کے شیخ الاسلام کی وفات پر سو برس ہونے کو آ رہے ہیں اور مقام مسرّت ہے کہ احبابِ لور پول کی کوشش سے ولیم قولیلیم سوسائٹی معرض وجود میں آ چکی ہے جو اُن مکانات کو ایک تحقیقی اور اسلامی مرکز میں تبدیل کرنے کی خواہش رکھتی ہے۔ جہاں سو سال قبل باقاعدہ اذان دی جاتی تھی اور جماعت سے نماز ادا کی جاتی تھی۔ اس مقصد کے لئے کونسل سے ان مکانات کو خرید لیا گیا ہے اور مجوزہ مرکز کا خاکہ تیار کیا جا چکا ہے۔ ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ یہ مرکز حقیقت کا روپ دھار لے اور شیخ الاسلام کلیم اللہ کے علمی و دعوتی سرمایہ کو صدقہ جاریہ کی حیثیت حاصل ہو۔

شاہ جہاں مسجد ووکنگ۔

کیا یہ حسن اتفاق نہیں کہ جس سال لور پول میں ایک مکان کو مسجد میں تبدیل کیا جا رہا تھا عین اُسی سال برطانیہ کے جنوبی حصہ کے ایک چھوٹے سے قصبہ ووکنگ میں ایک باقاعدہ مسجد تعمیر ہو چکی تھی!

لیکن اس قصبہ میں ہی کیوں؟ جہاں اسلام یا مسلمانوں کا نام و نشان تک نہ تھا!! وہ اس لئے کہ اس کی ابتداء ایک انگریز مستشرق ڈاکٹر جی ڈبلیو لائٹنر کی اپنی مملوکہ زمین پر ہوئی۔

یہ ڈاکٹر لائٹنر کون تھے اور اُنہوں نے اس مسجد کو کیوں تعمیر کیا۔

ڈاکٹر گوٹلب ولہیلم لائٹنر (Dr. Gottleb Wilhelm Lietner) ھنگری کے شہر پسٹ '(Pest) میں ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ دس سال کی عمر میں عربی، تُرکی اور کئی یورپین زبانیں بولنے پر قادر تھے۔ پندرہ سال کی عمر میں جنگ کریمیا کے بہانے برٹش کونسل کے ہاں مترجم مقرر ہوئے۔ تیئیس سال کی عمر میں لندن کے کنگ کالج میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے بعد السنہ شرعیہ کے استاذ مقرر ہوئے۔ چھبیس سال کے تھے کہ [illegible] ہوئے اور گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل کا عہدہ پایا اور انہی کی کوششوں سے یہ کالج

پنجاب یونیورسٹی کی بنیاد بنا۔ ہندوستان کے قیام کے دوران کئی رسالے اور میگزین جاری کیے ۔ کئی لائبریریاں قائم کیں اور پھر بیس سال کی سروس کے بعد پہلے یورپ کی ھائڈل برگ یونیورسٹی میں مزید ریسرچ کی اور پھر دوبارہ انگلینڈ کا رُخ کیا جہاں ۱۸۸۳ء میں ووکنگ کے رائل ڈرامیٹک کالج کی جگہ خرید کر اُسے السنہ شرقیہ کی تعلیم کا ایک انسٹی ٹیوٹ بنایا۔ خواہش تھی کہ ووکنگ کا یہ ادارہ یونیورسٹی کا روپ دھار لے لیکن اتنا ضرور ہوا کہ پنجاب یونیورسٹی سے الحاق ہوگیا اور یہاں کے فارغ التحصیل حضرات کو پنجاب یونیورسٹی کی ڈگریاں جاری ہونے لگیں۔ خیال رہے کہ لندن کا SOAS (اسکول آف اورینٹل اینڈ افریکن اسٹڈیز) عرصہ دراز بعد ۱۹۱۶ء میں قائم ہوا۔

ڈاکٹر لائٹنر اس جگہ تعلیمی ادارے کے علاوہ ایک ایسا کمپلیکس قائم کرنا چاہتے تھے جس میں ہندوستانی مذاہب کی نمائندگی ہو۔ سرفہرست مسجد اور ہندو ٹمپل کا قیام تھا۔ ۱۸۸۹ء میں مسجد کا قیام یوں عمل میں آیا کہ ملکہ بھوپال شاہ جہاں بیگم ہندوستان کے راجوں، مہاراجوں اور نوابوں کے ایک وفد کے ساتھ انگلینڈ آئی ہوئی تھیں۔ لائٹنر نے یہ موقع غنیمت جانا اور ان سے مدد کی درخواست کی۔ ان کی طرف سے بیش قیمت عطیہ دیا گیا جس کی بنا پر ووکنگ کی مسجد وجود میں آسکی۔ لائٹنر نے مسجد کو انہی کے نام سے موسوم کر دیا۔ یہ مسجد ہندوستانی مساجد کے طرزِ تعمیر کا شاہکار ہے۔ مسجد کا ہال مختصر سا ہے۔ چالیس آدمی سما سکتے ہونگے۔ احاطہ میں ایک لائبریری اور امام کے لئے فلیٹ بنائے گئے ہیں۔ مسجد کا افتتاح نومبر ۱۸۸۹ء میں ہوا۔ اس لحاظ سے اُسے برطانیہ کی سب سے پہلی مسجد قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ لور پول کی مسجد کا افتتاح اسی سال کے کرسمس ڈے (۲۵دسمبر) کو ہوا تھا۔

ڈاکٹر لائٹنر نے Asiatic Quarterly Review کے نام سے ایک جریدہ بھی نکالا۔ مسجد کے احاطہ میں اسلامی نوادر پر مشتمل ایک میوزیم بھی قائم کیا۔ ۱۸۹۹ء میں ڈاکٹر لائٹنر بیمار ہوئے اور علاج کے لئے بون چلے گئے جہاں ۲۲ مارچ ۱۸۹۹ء کو بعارضہ نمونیہ وفات پائی۔ ان کی میت کو واپس انگلینڈ لایا گیا اور ووکنگ کے قریب بروکوڈ (Brookwood) کے قبرستان میں دفن کیا گیا جہاں بعد ازاں جنگِ عظیم اوّل اور دوئم کے مسلمان فوجیوں اور کئی دیگر مسلم شخصیات بھی مدفون ہیں، جن میں امیر علی، عبداللہ یوسف علی اور مارماڈیوک پکتھال شامل ہیں۔ ان کی موت کے ساتھ ہی یہ ادارہ بھی پسِ پردہ چلا گیا۔ اورینٹل کالج کی جگہ جیمز واکر فیکٹری قائم ہوگئی۔ چھ سال کے بعد اس مسجد پر نبی قادیان کے نام لیواوں کا قبضہ ہوگیا یعنی (خانہ خالی را دیو میگرد داست)۔ ۱۹۱۲ء میں لاہوری قادیانوں کے مشہور مبلغ خواجہ کمال الدین وارد ہوئے اور انہوں نے مسجد کا انتظام سنبھال لیا۔ یہاں ہم احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام کے بلٹن مارچ ۲۰۰۲ء کا یہ شذرہ نقل کرتے ہیں اور پھر اپنی گزارشات پیش کریں گے۔

''ڈاکٹر لائٹنر، مشہور مستشرق اور اورینٹل اِنسٹیٹیوٹ ووکنگ کا بانی، بہت عرصہ ہندوستان میں رہے جہاں اُنہیں برصغیر کے مذاہب میں دلچسپی پیدا ہوگئی۔ انگلستان واپسی پر اُنہوں نے پکا فیصلہ کیا کہ وہ ایک ایسا اِدارہ قائم کریں گے جہاں سے ہندوستان کے مذاہب کے متعلق معلومات مہیّا کی جائیں گی۔ اس مقصد کے لئے اُنہوں نے ہندوستان سے چندہ اکٹھا کیا۔ اس ادارے کا ایک حصہ ہندوستان کے مذاہب کی عبادت گاہوں کے فنِ تعمیر کا نمونہ ہونا تھا۔ اُنہوں نے یہ کام ایک مسجد کی تعمیر سے شروع کیا جو اُسی سال مکمل ہوئی جس سال حضرت مرزا غلام احمد نے قادیان میں جماعت احمدیہ قائم کی۔ اُس کے بعد اُنہوں نے ایک مندر کی تعمیر شروع کرائی لیکن ابھی وہ نامکمل ہی تھا کہ وہ

وفات پا گئے۔

ڈاکٹر لائٹنر کے ورثاء نے مسجد کو تو نہ چھیڑا البتہ بقایا زمین پر ایک فیکٹری بنانے کے لئے لیز پر دیدی۔ مندر کی نامکمل عمارت اس فیکٹری کے اندر آ گئی۔

حضرت خواجہ کمال الدین جو کہ حضرت موعود کے ایک نامور مرید تھے، نے مغرب میں تبلیغ اسلام کا فیصلہ کرنے کے بعد لائٹنر کے خاندان کے مسجد اور اس سے ملحقہ زمین کے قبضے کو چیلنج کیا۔ ایک زبردست مقدمے کے بعد عدالت نے مسجد اور زمین کا قبضہ لائٹنر کے ورثاء سے لیکر ایک غیر فرقی ٹرسٹ کے سپرد کر دیا جو کہ حضرت خواجہ صاحب نے ووکنگ مسلم مشن کے نام سے قائم کیا تھا۔ اُس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے وہاں اِمام کے لئے ایک رہائش گاہ تعمیر کی اور تبلیغ اِسلام کا کام شروع کیا۔ مشن کی لٹریری مساعی میں رسالہ اسلامک ریویو بھی شامل تھا۔ بہت دہائیوں تک ووکنگ مسجد انگلستان میں مسلمانوں کا مرکز سمجھی جاتی رہی اور نامور مسلمان یہاں آ کر لاہوری احمدی اِماموں کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ مثلاً قائداعظم محمد علی جناح، شاہ فیصل، صدر ایوب خان اور ملیشیا کے وزیرِاعظم تنکو عبدالرحمن وغیرہ۔

بہت سال بعد چودھری رحمت علی نے اسی مشن سے اپنے تصوّرِ پاکستان کو عملی جامہ پہنایا اور پاکستان کے قیام سے متعلق پہلی دو تین میٹنگیں اسی جگہ ہوئیں۔ تصوّرِ پاکستان کی تشہیر کے لئے پہلی میٹنگ لسٹ جو اِستعمال ہوئی وہ اِسلامک ریویو کی میٹنگ لسٹ تھی۔ بہت عرصہ بعد مولانا شیخ محمد طفیل صاحب نے وزیرِاعظم ملائیشیا تنکو عبدالرحمن کے سامنے ورلڈ مسلم لیگ کی تجویز رکھی جنھوں نے اُسے شرف قبولیت بخشا اور یہ ادارہ قائم کیا۔ پچھلی صدی کی چھٹی دہائی تک جبکہ ہمارے سنّی بھائیوں نے زبردستی اس پر قبضہ نہ کر لیا ہماری جماعت ہی اِس مسجد کی مالی اعانت کا انتظام کرتی تھی۔"

اب ہمارا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں:

مقالہ نگار نے آخر میں لکھا ہے کہ ''سنّی بھائیوں نے زبردستی اس پر قبضہ کر لیا۔''

اُنہیں لکھنا چاہیے تھا کہ ''بالآخر حق بحقدار رسید ہو گیا۔''

اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جس کی زمین پر مسجد بنائی گئی تھی نہ وہ احمدی تھا اور نہ ہی وہ خاتون جس کے گرانقدر عطیّہ سے یہ مسجد بنائی گئی۔

مسجد کا نام ملاحظہ فرمایئے۔ ''مسجد شاہ جہاں بیگم''

مقالہ نگار نے ایک مرتبہ بھی مسجد کا اصل نام ذکر کرنا گوارہ نہ کیا کہ اس طرح اس کی غلط بیانی آشکار ہو جاتی۔ مسٹر لائٹنر نے جب اپنی زمین پر مختلف مذاہب کا ایک کمپلکس بنانے کا ارادہ کیا تو مشیت الٰہی نے مسجد کے قیام کی راہ ہموار کر دی۔ ریاست بھوپال کی ملکہ شاہ جہاں بیگم کے عطیہ کا ذکر گزر چکا ہے۔ راقم کی نظر سے وہ اجتماعی فوٹو گراف گزرا ہے جس میں ملکہ صاحبہ پورے حجاب و نقاب کے ساتھ ان نشستوں کے وسط میں تشریف فرما ہیں جہاں وفد کے باقی ممبران کچھ بیٹھے اور کچھ کھڑے ہیں۔

۱۸۸۹ء میں جب مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی، بقول جان جے پڑل وہاں دو طالب علم موجود تھے۔ اس وقت ووکنگ کیا، سارے انگلستان میں

مسلمانوں کی تعداد دو ڈھائی سو افراد پر مشتمل تھی اس لئے ووکنگ کی یہ مسجد نمازیوں کو ترستی رہی۔

جب خواجہ کمال الدّین (لاہوری احمدی) ۱۹۱۲ء میں لندن تشریف لائے تو اُن کے لئے اس بے آسرا مسجد پر قبضہ کرلینا زیادہ مشکل نہ تھا کہ جس کی طرف مقالہ نگار نے اشارہ کیا ہے۔ ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ خواجہ صاحب کی دعوتی کوششوں کی بنا پر ووکنگ مسلمانوں کے لئے ایک امتیازی حیثیت اختیار کرگیا۔ اس چھوٹے سے قصبے سے ''اسلامک ریویو'' جیسے رسالے کا شائع ہونا ایک قابلِ فخر بات تھی۔

لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ خواجہ صاحب نے احمدی تحریک سے اپنی وابستگی کو اخفاء میں رکھا کہ جس بنا پر ہندوستان سے آنے والے زعماء جمعہ یا عیدین کے موقع پر نمازوں میں شامل ہوتے رہے۔ میں نے اِسلامک ریویو کی پرانی جلدیں کھنگالی ہیں۔ شاذونادر ہی کہیں مزعومہ مسیح موعود کا حوالہ پایا جاتا ہے۔ اس لئے یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ جن مسلم زعماء نے وہاں نماز پڑھی وہ خوش فہمی کا شکار ہے۔

اگر اُنہیں حقیقت کا علم ہوتا تو وہ اُن اَحمدی (یا قادیانی) اِماموں کے پیچھے قطعاً نماز نہ پڑھتے جو کہ کسی بھی سُنّی اِمام کے پیچھے نماز پڑھنے کے خود روادار نہیں۔

اور اس کا اندازہ ۱۹۲۶ء میں قادیانوں کی لندن میں پہلی مسجد کی افتتاحی تقریب کے حال سے لگایا جاسکتا ہے۔

قادیانی جماعت نے ''پٹنی'' کے علاقہ میں اپنی پہلی مسجد کے افتتاح کے لئے سعودی عرب کے شہزادہ فیصل بن عبدالعزیز آل سعود کو تیار کرلیا تھا اور وہ اپنی اِسلامی حمیّت کی لاج رکھتے ہوئے ایک طویل بحری سفر طے کرتے ہوئے پورٹ سمتھ کی بندرگاہ بھی پہنچ گئے تھے۔ پھر جب وہ ٹرین سے لندن پہنچے تو کئی مسلم زعماء سے ملاقات ہوئی جنہوں نے امیر فیصل کو قادیانی اعتقاد کے بارے میں اُنہیں آگاہ کیا جس پر اُنہوں نے قادیانی عبادت گاہ کی افتتاحی تقریب میں آنے سے انکار کردیا۔

یہ واقعہ ذکر کرنے کا بعد خود قادیانی مؤرخ ''کھسیانی بلّی کھمبا نوچے'' کے مصداق یوں رقمطراز ہے کہ چلو اچھا ہوا۔ مسجد کا افتتاح ایک شہزادے کے ہاتھ سے ہونے کے بجائے ہمارے ایک متدیّن بھائی کے ہاتھوں ہوا (میں نے انگریزی عبارت کا مفہوم درج کیا ہے) قائداعظم محمد علی جناح کا سہروردی کے ساتھ ایسٹ لندن کی پہلی مسجد میں نماز کے لئے جانا تو معروف ہے کہ جس کا تذکرہ مشرقی لندن کی مسجد کے ذیل میں آئے گا۔ لیکن ووکنگ میں نماز پڑھنا ثبوت کا محتاج ہے۔

شاہ فیصل اور صدر ایّوب تو پاکستان بننے کے بعد اپنی ان دونوں حیثیتوں میں معروف ہوئے ہیں۔ جبکہ بقول مقالہ نگار ووکنگ کی مسجد سُنّی بھائیوں کے قبضہ میں آچکی تھی۔ اب اس قبضہ کی حقیقت حال ملاحظہ ہو۔

ہمارے سامنے ووکنگ مسجد ٹرسٹ لمیٹڈ کی وہ ٹرسٹ ڈیڈ ہے جو ۲۱ اگست ۱۹۵۳ء میں چیریٹی کمیشن کے ایماء پر قائم ہوئی۔ اس میں درج ذیل سات ٹرسٹیوں کے نام ہیں۔

۱۔ مرزا ابوالحسن اصفہانی ۔ ہائی کمشنر پاکستان (صدر)

۲۔ حافظ وھبہ ۔ سفیر سعودی عرب

۳۔ طارق امیر علی ۔ (نائب صدر)

۴۔ سعید شمس الدین محمدی (خازن)

۵۔ بریگیڈیئر شوکت علی شاہ

۶۔ سجاد حیدر (ہائی کمیشن پاکستان)

۷۔ مولوی عبدالعزیز ۔ ایڈیٹر اسلامک ریویو۔ ووکنگ

یہ آخری نام لاہوری احمدی گروپ سے متعلق شخص کا ہے۔

اسی ٹرسٹ نے جیمز واکر کمپنی کو ۳۱ دسمبر ۱۹۵۶ء میں فیکٹری ایریا (۲۲۴۲۵ مربع فٹ) کی جگہ ۹۹ سال کی لیز پر عطا کی ہے۔

چونکہ انتظامی امور میں اس وقت تک لاہوری جماعت کا عمل دخل تھا۔ اس لئے مقامی مسلمانوں کی خواہش اور پاکستان ہائی کمیشن کی طرف سے مسجد کی بازیابی کے لئے کوششیں جاری رہیں۔ ان کوششوں کے بارآور ہونے میں اہالیان ووکنگ میں سے برادران خالد قمر اور سعید اکبر اور راجہ شریف اور راجہ اصغر کی مساعی کا بڑا دخل ہے۔ لاہوریوں کے سابق امام بشیر مصری نے بھی ساتھ دیا کہ وہ اس وقت قادیانیت سے تائب ہو گئے تھے۔ بالآخر ۱۹۶۸ء میں ہائی کمیشن نے مسجد پر بالفعل قبضہ حاصل کر لیا۔ احمدیہ جماعت نے عدالت سے رجوع کیا لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ووکنگ میں مسلمانوں کی تعداد پانچ ہزار کے لگ بھگ ہے۔

۱۹۷۶ء میں میرے قابلِ احترام استاذ، شیخ محمد ناصر الدین الالبانی لندن تشریف لائے تو میں انہیں اس مسجد میں بھی لے کر آیا تھا۔ جہاں چند نمازیوں سے ملاقات ہوئی۔ لائبریری کی شیلفوں میں بوسیدہ کتابوں اور رسالوں کو برباد ہوتے دیکھ کر بہت کوفت ہوئی۔ کبھی یہ مسجد انگلینڈ کے مسلمانوں کی اکلوتی عبادت گاہ تھی اور اب ایک قصہ پارینہ کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ اس مسجد کے دورِ نو کے اولین اماموں میں خواجہ قمر الدین اور مولانا ابراہیم صدیقی قابلِ ذکر ہیں۔

پاکستان ہائی کمیشن کے ابتدائی دور میں مسجد تغافل کا شکار رہی۔ امامت کے مسئلہ پر اہالیانِ ووکنگ اور ہائی کمیشن میں کھینچا تانی بھی جاری رہی۔ نوے کی دھائی میں خانوادہ ملکہ ریاست بھوپال ہی کی ایک ممتاز شخصیت یعنی جناب شہریار خان جب سفیرِ پاکستان ہو کر آئے تو مسجد کے انتظام و انصرام کی ایک بہتر شکل پیدا ہوئی جس میں سفارت کے ایجوکیشن منسٹر جناب سیّد سلیم کا بھی بہت ہاتھ ہے۔ وجزاھم اللہ خیر الجزاء۔

اب مسجد کے احاطہ میں فیکٹری کی جگہ پر ایک وسیع و عریض مصلّی قائم ہو چکا ہے جس میں دو ہزار کے قریب نمازیوں کی گنجائش ہے۔

۔۸۔

بیسویں صدی کا نصف اوّل۔

راقم الحروف ۱۹۷۳ء میں نیروبی سے ایک سیّاح کی حیثیت سے لندن وارد ہوا۔ یہ سفر خود سیاحت کا ایک عنوان بن گیا۔ نیروبی سے بذریعہ چارٹرڈ فلائٹ برسلز براہِ قاہرہ، برسلز سے ائرلائن ہی نے کوچ فراہم کی اور بیلجیئم کی شاہراہوں پر سفر کرتے ہوئے ساحلی شہر آسٹنڈ پہنچے۔

یہاں ایک چھوٹے طیّارے سے نصف گھنٹہ میں برطانیہ کے ساحلی شہر ساؤتھ اینڈ جا پہنچے۔ یہاں ایک کوچ تیار کھڑی تھی جو والتھم اسٹو و ہوتی ہوئی لندن کے وکٹوریہ اسٹیشن جا کھڑی ہوئی۔ لندن میں چند دن نیروبی میں حلال گوشت کے تاجر اور اسلامک فاونڈیشن کینیا کے صدر مرحوم محمد بشیر دیوان جو اُس وقت لندن منتقل ہو چکے تھے، مجھے اپنے مکان (والتھم اسٹو و) لے آئے جہاں سے کچھ ان کی میعت میں اور کچھ نیروبی کے دوسرے احباب کے ساتھ لندن، ریڈنگ، برمنگھم، مانچسٹر اور سٹاکٹن کے طول وعرض ناپتا رہا۔ یہ میرا انگلینڈ سے ابتدائی تعارُف تھا۔

لندن کی صرف تین مسجدوں کا علم ہوسکا۔

ریجنٹ پاک سے متصل ریجنٹ لاج کے نام سے ایک بڑی سی عمارت میں اسلامک کلچرل سنٹر قائم تھا جہاں اب سنٹر کی وسیع وعریض بلڈنگ قائم ودائم ہے۔

مرحوم دیوان صاحب والتھم اسٹو کی گلیوں میں ایک مکان میں لے گئے جس کا ایک بڑا کمرہ نماز کے لئے استعمال ہو رہا تھا۔

اپریل ۱۹۷۶ء میں ایک دفعہ پھر لندن آنا ہوا۔ اس دفعہ سبب زیارت لندن میں منقعد ہونے والی وہ کانفرس تھی جسے اسلام فیسٹیول کا نام دیا گیا تھا اور جس کے روح رواں تھے، سیّد سالم عزّام، پروفیسر خورشید احمد اور مارٹن لنگ جنہوں نے آں حضور ﷺ پر اپنی خوبصورت تصنیف سے شہرت پائی۔ وائٹ چیپل روڈ پر لکڑی، پلائی وُڈ اور اسٹیل کے ملے جُلے ملغوبہ سے بنا ہوا ایک بڑا سا ہال نماز کے لئے استعمال ہو رہا تھا۔

اس موقع پر فنز بری پارک آنا ہوا، جہاں فونٹ ہل روڈ کے ایک مکان پر صاحب مکان نے کمرے کے صوفے کُرسیاں اُٹھا کر اِتنی جگہ بنائی تھی کہ سمٹ سمٹا کر جمعہ کی نماز ادا کی جا سکے۔

ہم چونکہ اپنی بات پچھلی صدی کے نصفِ اوّل یا لندن میں اپنی مستقل آمد (۳۱ جولائی ۱۹۷۶ء) تک محدود رکھنا چاہتے ہیں، اس لئے اس فصل اور ملحقہ فصل میں لندن کی پہلی دو مسجدوں کا تذکرہ کریں گے۔ یعنی مشرقِ لندن کی مسجد اور ریجنٹ پارک سے متصل اسلامک کلچرل سنٹر۔

ایسٹ لندن کی مسجد۔

وائٹ چیپل روڈ پر واقع ایک شاندار مسجد، لندن مسلم سنٹر کا رُوپ دھار چکی ہے، جس کے مینار سے کم از کم دو نمازوں (ظہر اور عصر) کی اذان لاوڈ اسپیکر سے گونجتی ہے۔ لیکن اس منزل تک پہنچنے کے لئے کن کن مراحل سے گزرنا پڑا، اس کا مختصر تذکرہ ملاحظہ فرمایئے۔

۱۹۰۵ء ۔ سیّد امیر علی اور عبداللہ سہروردی کی کوششوں سے لندن میں پہلی مرتبہ ھائڈ پارک کے ایک کونے میں لندن کی ٹھٹھرتی سردی اور برف کے باوجود شیخ عبدالقادر کی اِمامت میں نماز ادا کی گئی۔

۱۹۱۰ء ۔ آغا خان کی صدارت میں ۹ نومبر کو لندن کے رِٹز ہوٹل (پکاڈلی روڈ) میں سیّد امیر علی کی کوششوں سے ایک پبلک میٹنگ منعقد کی گئی۔ جس میں ایک مسجد اور اسلامک کلچرل سنٹر قائم کرنے کے لئے فنڈ کا قیام عمل میں لایا گیا۔

۱۹۱۴ء ۔ جمعہ اور عیدین کی ادائیگی ۳۹ اَپر بیڈفورڈ پلیس، نوٹنگھل گیٹ کے لنڈسی ہال میں ادا کی جاتی رہیں۔

۱۹۱۶ء ۔ جمعہ اور عیدین کی ادائیگی ۱۱۱ کیمڈن ہال روڈ پر منتقل کر دی گئی۔

۱۹۲۸ء ۔ ۳ اپریل کو لندن مسجد فنڈ کے تاسیسی رُکن اور صدر سیّد امیر علی کی وفات کے بعد وائس چیئر مین لارڈ لیمنگٹن کو صدر بنادیا گیا۔

۱۹۳۵ء ۔ جمعہ اور عیدین، مشرقِ لندن کی کمرشل روڈ پر کنگز ہال میں منتقل کر دی گئی۔ جمعیت المسلمین کا قیام عمل میں لایا گیا جو یہ خدمت بجالانے پر مامور کی گئی۔ اُس زمانہ میں یہاں چار پانچ سو سے ایک ہزار مسلمان مقیم تھے جن میں زیادہ تر بحری جہازوں کے ملازم تھے یا طلبہ۔

۱۹۳۸ء ۔ فنڈ کے ٹرسٹی حضرات نے مسجد اور جہاز ران حضرات کے قیام کے لئے ایک مکان خریدنے کا فیصلہ کیا۔

۱۹۴۰ء ۔ ۱۸ ستمبر کو فنڈ کے صدر لارڈ لیمنگٹن وفات پا گئے اور لیفٹیننٹ کرنل حسن سہروردی کو صدر اور سَر آرنسٹ ہوٹسون کو اعزازی سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ کمرشل روڈ پر تین مکان خرید لئے گئے۔

۱۹۴۱ء ۔ یکم اگست کو لندن مسجد اور اسلامک کلچرل سنٹر کا مصری سفیر حسن نشاط پاشا کے ہاتھ اِفتتاح کیا گیا۔ پہلا جمعہ سعودی سفیر حافظ وَھبہ نے پڑھایا۔

قرآن مجید کے دو انتہائی معروف و مشہور مترجمین عبداللہ یوسف علی اور مار ماڈیوک پکتھال مسجد کے ٹرسٹی چُن لئے گئے۔

۱۹۷۵ء ۔ گریٹر لندن کونسل (GLC) نے جبری خرید کے حکم کے تحت کمرشل روڈ کے تین مکانات اپنے قبضہ میں لے کر اُن کی جگہ وائٹ چیپل روڈ پر ایک پلاٹ بمع عارضی بلڈنگ کے مہیا کی، کہ جس کا تذکرہ ۱۹۷۶ء میں میری لندن زیارت کے ضمن میں آچکا ہے۔

یہاں اس بات کا تذکرہ مناسب رہے گا کہ راقم الحروف نے لندن میں اقامت اختیار کرنے کے بعد اس مسجد کے احباب کی خواہش پر اُردو میں ہفتہ وار دَرسِ قرآن کا اہتمام کیا جو چودہ سال یعنی ۱۹۹۰ء تک جاری رہا، اور اس دوران سورۃ فاتحہ سے جس تفسیر کا آغاز کیا تھا وہ سورۃ الشعراء تک جا پہنچی۔ بعدازاں میں نے اپنی رہائش سے قریب ترین مسجد (یعنی وائٹ مین روڈ۔ ہیرنگی) میں اس درس کا بزبان انگریزی آغاز کر دیا۔

اور پھر احباب مسجد اور خاص طور پر ایسٹ لندن مسجد ٹرسٹ کے صدر جناب محمد سلیمان جیٹھا کی خواہش پر اس مسجد کے ٹرسٹی ہونے کا اِعزاز بھی حاصل کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ایسٹ لندن میں پچاس ہزار سے زائد مسلمان مقیم تھے جن میں اکثر کا تعلق بنگلہ دیش (سابق مشرقی پاکستان) سے تھا۔

دو دوسری مسجدیں (ایک برِک لین میں اور دوسری تبلیغی جماعت کے سنٹر) کی حیثیت سے وجود میں آچکی تھیں۔

۱۹۸۲ء ۔ باقاعدہ مسجد کی تعمیر کا آغاز ہو گیا کہ جس میں تین ہزار نمازیوں کی گنجائش مقصود تھی۔

۱۹۸۵ء ۔ جمعہ ۱۲ جولائی کو سعودی سفیر، ناصر المنقور کے ہاتھوں نئی مسجد کا افتتاح کیا گیا۔ نماز جمعہ کی اقامت کرانے کا اعزاز امام حرم مکی شیخ محمد بن سُبیّل کو حاصل ہوا۔

اور یوں ۱۹۱۰ء میں جو خواب دیکھا گیا تھا، پچھتر سال کے بعد اپنی تعبیر پا گیا۔ اِس مسجد نے اب مزید وُسعت حاصل کر لی ہے۔ ملحقہ زمین کی خرید کے بعد ایک چار منزلہ عمارت کی تعمیر عمل میں آچکی ہے کہ جس کے مرکزی ہال اور تہ خانہ کو مِلا کر اب کُل دس ہزار نمازی بیک وقت نماز ادا کر سکتے ہیں۔ جو کہ ہر جمعہ کا معمول ہے۔ عیدین میں تو یہ مجمع شارع عام تک جا پہنچتا ہے۔

اِس عمارت کی دوسری منزلوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کا اِسکول، سیمینار روم، لائبریری اور دوسری سہولیات مُیسّر ہیں۔ چوتھی منزل مسلم ایڈ کے دفاتر کو سموئے ہوئے ہے کہ راقم اُس کا ٹرسٹی ہونے کے باعث اکثر اس عمارت کی قدم بوسی کرتا رہتا ہے، اور جب سے مسلم ایڈ نے پانچویں منزل کا بھی اضافہ کر لیا ہے تو اس عمارت کی بدولت ہمیں بھی مشرقی لندن کی دیگر عمارتوں کو سَر اُٹھا کر دیکھنے کی زحمت سے نجات مِل چکی ہے۔ سُبحانَ رَبِّیَ الاعلیٰ۔

-۹-

لندن کی مرکزی مسجد اور اِسلامک سنٹر۔

وسطی لندن کے شمال مغربی حصّے میں ریجنٹ پارک کے نام سے ایک وسیع وعریض باغ اپنے دامن میں بڑے بڑے مرغزاروں، رنگا رنگ پھولوں کے جُھرمٹ، بطخوں کی پھڑ پھڑاہٹ سے معمور جھیل اور ایک چڑیا گھر سموئے ہوئے ہے، جس میں انسان اور طرح طرح کے حیوان آمنے سامنے نظر آتے ہیں۔ اسی پارک کے ایک کونے سے سنہری کلس والا گنبد اور فضا میں سر اُٹھاتے ہوئے ۱۴۱ فٹ بلند بالا مینار لندن کے باسیوں کو اللہ کے ایک گھر کی جھلک بھی دکھاتا نظر آتا ہے۔

پارک روڈ پر اپنے آہنی صدر دروازے کے ساتھ اِسلامک کلچرل سنٹر کی پُرشکوہ عمارت نہ صرف اہلِ لندن کے لئے بلکہ عالمِ اِسلام سے آئے ہوئے تمام مسلمان زائروں اور سیاحوں کے لئے وہ انمول تحفہ ہے جس کی حلاوت ایک غریب الدیار شخص بخوبی محسوس کر سکتا ہے۔ وسط لندن میں اتنا عالی شان مرکزِ اسلام کیسے نمودار ہو گیا۔ آیئے تاریخ کے اوراق پلٹتے ہوئے اِس سربستہ کہانی کے راز سے پردہ اُٹھائیں۔

لندن سلطنت برطانیہ کے دارالخلافہ ہونے کی وجہ سے برطانوی نوآبادیوں کے مسلمانوں کے لئے بیسویں صدی میں خاص طور پر خوب کشش رکھتا تھا۔ یہاں مسجد کا نہ ہونا بڑا کھلتا تھا۔ نظامِ حیدرآباد کی کوششوں سے ۱۹۲۰ء میں لندن مسجد کے فنڈ کی بنیاد دی پڑی۔ ۱۹۴۰ء میں مصری سفیر نشاط پاشا نے مصر میں سابق برطانوی سفیر اور برٹش کونسل کے چیئرمین لارڈ لائڈ سے استدعا کی کہ وہ برطانوی وزیرِاعظم نیول چیمبرلین کو لندن شہر کے شایاں شان ایک مسجد کے وجود کی اہمیّت کا اِحساس دلائیں اور وہ اِس لئے بھی کہ عظیم برطانوی اِمپائر کی رعیّت اُس وقت مسلمانوں کی اکثریت پر مشتمل ہے اور اس سلطنت کے قلب میں مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نہ ہونا اِنتہائی تعجب خیز ہے اور دوسرے یہ کہ جنگِ عظیم دوئم میں تمام مسلمان ممالک الائیڈ فورسز کے حلیف رہے ہیں اور لندن میں مسجد کا ہونا اُن کے دلوں کو جیتنے کا باعِث ہوگا اور تیسرے یہ کہ چند سال قبل ہی مصری حکومت نے قاہرہ میں اینگلیکن چرچ قائم کرنے کے لئے بڑی فراخدِلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اچھی خاصی جگہ دی ہے۔

وزیرِ اعظم اور فارن سیکرٹری نے اس تجویز پر صاد کیا۔ فیصلہ کیا گیا کہ حکومت اس مقصد کے لئے ایک لاکھ پاونڈ مُہیا کرے اور مسجد کی تعمیر کے لئے ڈھائی لاکھ پاونڈ مسلم ممالک سے جمع کئے جائیں۔

اِسی ایک لاکھ سے ۱۹۴۴ء میں ہینوور گیٹ کے قریب ۲.۳ ایکڑ پر مُشتمل ایک قطعہ زمین خریدا گیا، جس میں ریجنٹ لاج کے نام سے ایک کوٹھی قائم تھی اور اِسی کوٹھی سے پنج وقتہ نماز، نمازِ جُمعہ اور عیدین کا آغاز کیا گیا۔ اِماموں کا تعیُّن مصری وزارتِ اوقاف کے توسط سے جامع الازہر کے سُپرد ہوا، اور راجہ صاحب محمود آباد اُس کے پہلے ڈائریکٹر قرار پائے۔ نشاط پاشا بدستور مسجد کمیٹی کے صدر رہے۔ ۱۹۴۷ء میں اس کمیٹی کو ایک ٹرسٹ میں بدل دیا گیا جس کے ممبر برطانیہ میں مسلم ممالک کے سفراء قرار پائے۔ آغاز میں کُل بارہ ممبر تھے، اب اُن کی تعداد اُنتیس ہے۔ اگلا مرحلہ نئی مسجد اور اسلامک سنٹر کے پلان کا تھا جسے ایک مصری آرکیٹکٹ جنرل رمزی عُمر نے پورا کر دیا لیکن فنڈز کی کمی کی بنا پر تعمیر کا آغاز نہ ہو سکا۔ ۱۹۵۶ء میں نہر سویز کے باعث جو تنازعہ اُٹھ کھڑا ہوا تھا، وہ مزید تاخیر کا باعث ہوا۔ تین سال کے بعد ذرا حالات سازگار ہوئے تو لندن کاونٹی کونسل اور فائن آرٹس کمیشن نے اُس عذر کی بنا پر پلان کو مسترد کر دیا کہ وہ علاقے کی عمارتوں سے مناسبت نہیں رکھتا اور پھر کوئی دس سال بعد یعنی ۱۹۶۹ء میں باسی کڑہی میں پھر اُبال آیا۔ اِس مرتبہ سعودی عرب، پاکستان، لُبنان اور کویت کی حکومتوں نے مسجد کے پراجیکٹ کو دوبارہ زندگی عطا کی۔ طے پایا کہ بین الاقوامی سطح پر سنٹر کے لئے پلان طلب کئے جائیں اور اِن میں سے پہلے چار مُنتخب پلانُوں کو اِنعام سے نوازا جائے۔ سترہ ممالک سے کُل باون پلان موصول ہوئے جس میں برطانیہ کے سَر فریڈرک گیبرڈ کا پلان سَر فہرست رہا۔ دوسرا انعام ایک ٹرکش کو اور تیسرا پلان ایک مراکشی اور مصری کو مُشترکہ طور پر دیا گیا۔ اور بالآخر ۱۹۷۳ء میں جان لینگ تعمیراتی کمپنی کو مسجد کی تعمیر کا ٹھیکہ دے دیا گیا۔

راقم ۱۹۷۳ء میں نیروبی سے جب بطور سیاح لندن آیا تو ریجنٹ لاج کو دیکھنے اور یہاں نماز پڑھنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔

کام کا آغاز ۱۹۷۴ء میں ہوا۔ اِخراجات کا تخمینہ سینتیس لاکھ پچاس ہزار پاونڈ تک پہنچ چکا تھا اور مسجد کی تکمیل تک ساٹھ لاکھ کی حدوں کو چھو رہا تھا۔

کہاں ڈھائی لاکھ کا اِبتدائی تخمینہ اور کہاں ساٹھ لاکھ!! ستر کی دہائی میں سعودی عرب، خلیج اور کویت کے سیّال سونے نے وہ کام کر دکھایا جو اِس سے بیس سال قبل کوہ ہمالیہ کی مانند ناقبل عبور نظر آتا تھا۔

مرکزی اِنتظامیہ میں یکے بعد دیگرے پاکستان کے مُجیب الرّحمان، مصر کے شیخ اِبراہیم الجیوشی اور ڈاکٹر زکی بداوی، اور پھر سعودی عرب کے ڈاکٹر علی غامدی اور حمد الماجد بحیثیت ڈائیرکٹر مرکز کی رونق کو بڑھاتے اور اس کی عمارت میں اِضافہ کراتے رہے، موجودہ ڈائیریکٹر سعودی عرب کے ڈاکٹر احمد دُبیان ہیں جو ایک کڑے وقت میں مرکز کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔

یہاں مُلک کے طول و عرض سے اِسکولوں، کالجوں کے طلبہ اور حکومتی اِداروں کے وفود کا تانتا بندھا رہتا ہے جنہیں آج کل برادرم عبدالرحیم گرین اِسلام کا اِبتدائی تعارُف پیش کرتے ہیں۔ اِس مسجد کے در و دیوار نے بے شُمار نو مسلموں کی شہادت وحدانیت و رسالت خاتم النبیّین کا بار بار مشاہدہ کیا ہے۔ مسجدیں نہ صرف عبادت کی جگہ ہیں بلکہ تبلیغِ اِسلام کا ایک موثر ترین اِدارہ ہیں، اور اسی وجہ سے ہم نے اُس کتابچہ

میں مسجدوں کی حکایت کو سَر فہرست کر رکھا ہے۔ جن ائمّہ کی آواز سے اُس مسجد کے منبر و محراب گونجتے رہے، اُن میں خاص طور پر ڈاکٹر سیّد مُتولی الدرش، شیخ جمال مناع، شیخ زہران اور شیخ حامد خلیفہ قابلِ ذکر ہیں۔

برادر یوسُف اِسلام نے ایک زمانہ ہواہفتہ وار درس و تبلیغ کا حلقہ شروع کیا تھا، جس میں خاص طور پر غیر مسلموں کو دعوت دی جاتی تھی۔ اِس حلقہ کے توسُّط سے کتنے ہی غیر مسلم حلقہ بگوش اِسلام ہوئے۔ یوُسُف اِسلام تو اپنی مصروفیات کی بنا پر شاذ و نادر ہی شرکت کرتے ہیں لیکن برادر نوکل ورانی اور دیگر احباب کی مسلسل وابستگی کی بنا پر یہ اجتماع بغیر کسی انقطاع کے جاری ہے۔ راقم الحروف کو بھی بارہا یہاں خطاب کرنے کا موقع ملا ہے۔

سنٹر میں تبلیغی، دعوتی اور اِجتماعی تقریبات کے علاوہ ہفتہ اِتوار کو بچوں کی تعلیم کا بھی اِہتمام کیا جاتا ہے۔ وقتاً فوقتاً کتابوں، خطاطی، مسلم ثقافتی ملبوسات کی نمائش بھی دیکھنے میں آئی ہے۔ کئی ملی اور معاشرتی تنظیمیں جیسے ایم سی بی (MCB) اور اِسلامی شریعہ کونسل یہاں باقاعدہ اِجتماعات منعقد کرتی ہیں۔ حزب التحریر کے جوشیلے نوجوان اکثر مسجد کے ہال میں گرجتے برستے نظر آتے ہیں۔ رمضان کے دِنوں میں یومیّہ لیکچرز اور اِفطار کے وقت اِجتماعی کھانا سنٹر کی روایات میں شامل ہو چکا ہے۔ سنٹر کی اپنی لائبریری ہے جس میں طلبہ، ریسرچ سکالرز اور اساتذہ کے لئے عربی انگریزی کُتب کا ایک عظیم ذخیرہ دستیاب ہے۔

سنٹر پچھلے پچاس سال سے اسلامک کواٹرلی کے نام سے ایک سہ ماہی محققانہ جرنل شائع کر رہا ہے، جس کی افادیّت علماء اور اکیڈمک اداروں تک محدود ہے۔ سنٹر کے کارپرداز اگر اُسے دعوتی اور معلوماتی رنگ دیدیں تو وہ عام مسلمانوں کے لئے زیادہ مُفید ہو گا۔

بلڈنگ کے اِستقبالیہ صحن میں مکتبہ دارالسّلام سنٹر کے زائرین کو قرآن وسُنّت کی تعلیمات پر مُشتمل نئی نئی مطبوعات سے روشناس کراتا ہے اور نچلی منزل میں ایک خوبصورت ریسٹوران کام و دھن کی تواضع کے لئے ان کا منتظر رہتا ہے۔

وہ مسجدیں جنہیں بنتے دیکھا۔

ساٹھ کی دہائی میں مسجدوں کی تعداد غالباً انگلیوں پر گنی جاسکتی ہوگی۔ ؤ وکنگ کی شاہ جہاں مسجد اور لندن کی دو مسجدوں کا تذکرہ پہلے آچکا ہے۔ برمنگھم میں مسجد قائم کرنے کی شروعات تھیں، البتہ یمنی عرب حضرات کا ایک زاویہ ضرور موجود تھا اور ایسے ہی زاویے شیفیلڈ، ساؤتھ شیلڈ اور کارڈف میں بھی تھے۔

میں نے ۱۹۷۳ء میں زیارتِ انگلستان کے موقع پر چند مسجدوں کو دیکھا تھا اور پھر ۱۹۷۶ء میں جب یہاں مُستقل طور پر اقامت پذیر ہوا تو سعودی عرب کے دارالافتاء سے نسبت نے ہر اس مسجد کے پراجیکٹ کو دیکھنے کا موقع بہم پہنچایا جس میں سعودی عرب نے دل کھول کر امداد کی تھی۔ پچھلے تیس سالوں میں جہاں مسلمانوں کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ ہوتا رہا، وہاں ہر مسلم آبادی میں ایک مسجد کی بنیاد پڑتی گئی۔ محمود نقشبندی صاحب جو میٹروپولیٹن پولیس کے محکمہ میں کام کرتے ہیں، غیر مسلموں کی رہنمائی کیلئے انگلستان میں اسلام اور مسلمانوں کا ایک

تعارف پیش کیا ہے، جس میں انہوں نے مسجدوں کی کُل تعداد ۱۴۱۱ ذکر کی ہے۔ مذہبی نسبت کے لحاظ سے اُن کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں۔

دیوبندی حضرات کی مساجد	۔	۶۰۰ تقریباً
بریلوی حضرات کی مساجد	۔	۵۵۰ تقریباً
مودودی مساجد	۔	۶۰ (انہیں یو کے اسلامک مشن کی مساجد لکھنا چاہیئے تھا)
سلفی مساجد	۔	۱۰۰
شیعہ مساجد	۔	۶۲
عرب حضرات کی مساجد	۔	۲۶
ترکی اور دیگر قومیتوں سے وابستہ مساجد	۔	۱۳ (ترکی، نائجیریا، ملائشیا، انڈونیشیا، نومسلم وغیرہ)

ایک لحاظ سے یہ افسوسناک امر ہے کہ مساجد کی پہچان فرقوں کی نسبت سے ہو رہی ہے اور دوسرے لحاظ سے یہ خوش آئند ہے کہ ہر فرقے اور کمیونٹی نے مساجد کے قیام میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا ہے۔ انہوں نے اللہ کے گھروں کی بنیاد ڈالی ہے۔ ایک وقت وہ بھی آئے گا کہ جوں جوں اسلام کے بارے میں زیادہ شناسائی حاصل ہوگی، لوگ قرآن وسنّت کی بے داغ دعوت کی طرف مائل ہوتے جائیں گے اور پھر انہی دو بنیادوں پر اتحاد و اتفاق کے جھنڈے گاڑیں گے۔

اگر مسجدوں کی اس تعداد کو سال، مہینوں اور ہفتوں پر تقسیم کیا جائے تو حاصل یہ ہوگا کہ پچھلے تیس سالوں میں انگلینڈ، سکاٹ لینڈ، ویلز اور ناردرن آئرلینڈ کی سرزمین پر ہر ہفتہ ایک عبادت گاہ اُبھر رہی تھی۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

ہر مسجد کی اپنی اپنی ایک تاریخ ہے، لیکن میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ ۱۴۱۱ مساجد کا علیحدہ علیحدہ ذکر کر سکوں۔ جہاں تک ان کے نام اور عنوان کا تعلق ہے تو مسلم ڈائرکٹری میں ساڑھے آٹھ سو مساجد کی فہرست موجود ہے۔ لیکن چونکہ یہ سرگزشت میرے ذاتی مشاہدات کی جھلک کی عکاسی کرتی ہے، اس لئے میں پہلے ان چار مساجد کا تذکرہ کروں گا جن کو میں نے اپنی آنکھوں سے بنتے دیکھا اور جن کی تعمیر میں مُجھے بحیثیت ایک زائر یا ساعی الخیر یا شاہدِ حال کی حیثیت حاصل رہی۔

پھر ان مساجد کا انتہائی اختصار کے ساتھ ذکر کروں گا جہاں مجھے پچھلے تیس اکتیس سال کے دوران خطاب کا موقع ملا۔ ایسے مساجد اور مراکز کی تعداد نوّے کے لگ بھگ ہوگی۔

وہ مساجد جن کے پراجیکٹ کا معائنہ کرنے کے لئے انگلینڈ کے شہر در شہر اور قریہ قریہ زمین کی طنابیں کھینچتا رہا، ایک الگ مضمون کے متقاضی ہیں۔ میرے لئے یہی کافی ہے کہ میں نے ان کے لئے سعودی حکومت اور مختلف اداروں کے لئے کلمہ خیر رقم کیا۔ کچھ کو امداد ملی اور کچھ کو نہیں، لیکن چونکہ یہ مساجد اللہ کے گھر ہیں، بہر صورت ابھرنے میں کامیاب ہو گئے۔

مساجد کی اس تقسیم ثنائی میں اب پہلی قسم کا تذکرہ ملاحظہ فرمائیں۔ دوسری قسم اس کتاب کے نقش ثانی کا حصہ بنے گی۔ فی الوقت مضمون کی

طوالت اور فرصت کی کمی انہیں احاطہ تحریر میں لانے سے گریزاں ہیں۔

۱۔ مسجد نورالاسلام (کارڈف):

انگلینڈ کے ساحلی شہروں میں جہاز رانی کی بناپر عرب اور صومالی مہاجرین کے اجتماع نوآبادیوں کی شکل اختیار کرتے گئے۔ انہی شہروں میں ویلز کا دارالخلافہ کارڈف بھی شامل ہے۔ یہاں کی عرب کمیونٹی میں یمن کے شیخ عبداللہ الحکمی کو امتیازی حیثیت حاصل ہے جو ۱۹۳۰ء کی دہائی میں برطانیہ وارد ہوئے۔ اُن کی تبلیغی کوششوں کی بناپر جنگِ عظیم دوم کے دوران پہلے کارڈف اور پھر برمنگھم میں ایک ایک زاویہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ زاویہ سے مراد وہ مسجد ہے جہاں خانقاہی طرز پر متصوفانہ اسلام کی تعلیم و تربیت کی جاتی ہے۔ ستّر کی دہائی میں کارڈف کا زاویہ اپنی قدامت اور کہنگی عمارت کی بناپر افریقہ کی کسی بستی کی مسجد کا منظر پیش کررہا تھا۔ اربابِ مسجد کی طرف سے مسجد کی ازسرِنو تعمیر کی اپیل کی جارہی تھی جس پر بالآخر سعودی عرب کی حکومت نے لبیک کہا۔ سعودی عرب کے سفیر شیخ ناصر المنقور اور فرسٹ سیکرٹری جناب عبداللہ بزّی نے ذاتی دلچسپی لے کر تعمیر کے کام کو آگے بڑھایا۔ مسجد کا ازسرِنو پلان بنایا گیا اور پھر ڈھائی لاکھ پاونڈ کے عطیہ سے زاویہ قدیمہ کی جگہ ایک نئی خوبصورت مسجد نظر نواز ہوئی۔ اس مسجد کے انتظام وانصرام میں زیادہ تر صومالی حضرات پیش پیش تھے عرب کمیونٹی نے اس مسجد سے چند قدم کے فاصلہ پر اسلامک سنٹر کے نام سے ایک دوسری مسجد کی بنیاد ڈالی جس کے افتتاح میں جہاں ازھری علماء شریک تھے وہاں برطانیہ کے ایک سابق وزیرِ اعظم جیمز کلاھن بھی حاضر تھے۔ اس مسجد کے روحِ رواں شیخ محمد سعید ہیں جو اپنے وجود میں انگریزی اور عربی خون کی آمیزش رکھتے ہیں۔

۲۔ گرین لین جامع مسجد (مرکزی جمعیت اہلِ حدیث۔ برمنگھم):

مرکزی جمعیت اہلِ حدیث برطانیہ کی بنیاد ۱۹۷۵ء میں مولانا فضل کریم عاصم کی کوششوں سے ڈالی جاچکی تھی، اور پھر جارج آرتھر روڈ پر ایک مکان میں مسجد و مدرسہ کا آغاز کردیا گیا تھا۔ چندہی سالوں میں گرین لین پر مرکز کی موجودہ عمارت چوبیس ہزار پاونڈ میں خریدلی گئی جو برمنگھم کی تاریخی عمارتوں میں سے ایک ہے، اور جس طرح ؤوکنگ مسجد ایک خاتون (ملکہ بھوپال) کے مخیّر تعاون کی بناپر لازوال حیثیت اختیار کرگئی، ایسے ہی اس محسن مرحوم کا تذکرہ یہاں مناسب ہوگا، جس کے عطیّہ جود وسخا نے اس عمارت کے حصول کو ممکن بنایا۔ میری مُراد کویت کے جناب عبدالعزیز المطوّع سے ہے جو ہر موسم گرما میں لندن تشریف لایا کرتے تھا، قرآن کی تفسیر سے خصوصی شغف رکھتے تھے اور اسی مناسبت سے اُن کے ساتھ قربت کا ایک تعلق قائم ہوگیا۔ اُن سے جمعیّت کی دعوتِ کتاب وسنّت کا تذکرہ آیا اور انہوں نے ایک دن میرے ساتھ برمنگھم آنے کی حامی بھرلی۔ ٹرین کے اس سفر میں ساوتھ اینڈ میں ان کے کاروباری نمائندے بھی شریک تھے۔ جارج آرتھر لین والے مکان میں مولانا فضل کریم اُس وقت بچوں کو درس دے رہے تھے جب ہم وہاں پہنچے، شیخ عبدالعزیز المطوّع کچھ دیر ٹھہرے اور پھر بیس ہزار پاونڈ کا چیک عنایت کرکے اُٹھے۔ اس زمانہ میں یہ اتنی خطیر رقم تھی کہ تھوڑے سے اضافے کے ساتھ جمعیت کے دیگر ذرائع سے مرکز کی خرید ممکن ہوگئی۔ موصوف محسن جمعیت اور مولانا محمود احمد میرپوری اور چند دیگر احباب کو اس بات کا کریڈٹ جاتا ہے کہ

انہوں نے کونسل سے مذکورہ عمارت کے حصول کے لئے جدوجہد کی۔ وہ جمعیت کو ایک بنیاد فراہم کر گئے اور اب جمعیت کے احباب اور خاص طور پر مولانا محمد عبدالہادی اور مولانا شعیب احمد میرپوری کی کوششوں سے اسی عمارت کے عقبی حصّہ میں وہ حسین مسجد نمودار ہوگئی ہے جہاں پچھلے چند سالوں سے جمعیت کا سالانہ اجتماع منعقد ہو رہا ہے اور اس منزل تک پہنچنے کے لئے سعودی عرب کے شیوخ اور خاص طور پر عبداللہ عبدالمحسن الترکی کی مساعی ناقبل فراموش ہیں۔

۳۔ مسجد توحید (لندن):

لندن اور برمنگھم کی قیمتوں میں تفاوت کا اندازہ اس طرح لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۸۴ء میں فرانسس روڈ لیٹن کے جس مکان سے مسجد توحید کی ابتداء ہوئی، اسے بھی چوبیس ہزار پاونڈ میں خریدا گیا تھا۔ ہم اراکینِ جمعیتِ اھلِ حدیث کے لئے بھی یہ رقم غیر معمولی تھی۔ شروع میں قرضہ حسنہ لے لوا کر مکان خرید لیا گیا اور پھر سعودی عرب کے مُفتیِ اعظم شیخ عبدالعزیز بن بازؒ نے بیس ہزار پاونڈ کا چیک بھجوایا کہ جس سے تمام قرض ادا کر دیا گیا اور یوں یہ کہنا بالکل مناسب ہوگا کہ مسجد توحید (لندن) شیخ ابن باز کے باقیات حسنات میں سے ہے۔ یہ چھوٹا سا مکان تیرہ سال تک عبادتِ الٰہی کا مرکز اور قال اللہ وقال رسولہ کی صداوں سے گونجتا رہا اور پھر لیٹن ہائی روڈ پر موجودہ نئی مسجد میں مُنتقل ہوگیا، جہاں ایک بوسیدہ اور خستہ سا ہال پایا جاتا تھا، جو کسی زمانہ میں فلم بینوں کے دل لبھانے کے لئے اور پھر کاروباری حضرات کی متاعِ دُنیا کو ٹھکانہ لگانے کے لئے استعمال ہوتا رہا۔ جب ہم نے اُسے کونسل سے خریدا تو وہاں کبوتروں کی آماجگاہ تھی۔ ساڑھے گیارہ لاکھ پاونڈ سے یہ لندن کے انتہائی مشرقی علاقے میں اس یک منارہ مسجد کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے پھر اُس ہستی کا ذکر کروں گا جس کا حوالہ پچھلی سطور میں دے چکا ہوں۔ یعنی رابطہ عالمِ اسلام کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر عبداللہ عبدالمحسن الترکی جو مسجد کی تعمیر کے مراحل کے دوران پہلے وزیر اور پھر شاہ فہد آل سعود کے مُستشار تھے، اور جنہوں نے مذکورہ بجٹ میں سے ایک بڑا حصّہ شہزادہ عبدالعزیز بن فہد کی جیبِ خاص سے دلوایا۔ یہ مسجد ۱۹۹۷ء میں پایہ تکمیل تک پہنچی اور اب مسجد سے ملحقہ قطعہ زمین کی پانچ لاکھ پاونڈ میں خرید کے بعد مزید وسعت کا امکان پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ سن ۲۰۱۲ء میں ہمارا علاقہ اولمپکس کھیلوں کا مرکز بننے والا ہے، اللہ کرے کہ اُس وقت تک اللہ کا یہ گھر اپنی نو وسعتوں کے ساتھ یہاں کی رونق کو دوبالا کر سکے۔

۴۔ مسجد فنسبری پارک:

۱۹۷۶ء کے اوائل میں مجھے فونٹ ہال روڈ کے ایک فلیٹ میں جمعہ کی ادائیگی یاد ہے۔ پھر سینٹ تھامس روڈ پر ایک چہار منزلہ عمارت میں باقاعدہ نماز کا آغاز ہوا جو ایک مخیّر مسلمان نے عطا کی تھی۔ جناب مسرور احمد اس مسجد کی نوک پلک سنبھالتے رہے۔ عمارت ایک سے تین ہوئیں اور پھر مَلِک فہد نے بتوسطِ پرنس چارلس، آٹھ لاکھ پاونڈ کی رقم اس مسجد کی تعمیر نو کے لئے وقف کی اور بالآخر یہاں پانچ منزلہ گنبد و مینار والی مسجد نمودار ہوگئی جو کنگ کراس سے آنے جانے والے ٹرین کے مسافروں کے لئے ایک لینڈ مارک کی حیثیت رکھتی ہے۔

یہی وہ مسجد ہے جس پر مصر کے ابوحمزہ نے اپنے تسلط اور پھر اس کے باہر شارعِ عام پر جمعہ کی نماز کی ادائیگی سے شہرت پائی۔ اس دوران مسجد کچھ عرصہ کے لئے بند رہی اور پھر کونسل، پولیس، اسلامک کلچرل سنٹر لندن کے مابین مذاکرات کے بعد نئی انتظامیہ کے تحت اپنے

دروازے کھول پائی۔اب اس مسجد میں ہمارے عرب اور صومالی بھائیوں کے اشتراک سے جمعہ اور جماعت کا آغاز ہو چکا ہے اور مسجد کی رونقیں دوبارہ بحال ہو چکی ہیں۔

۔۱۱۔

دعوت وتبلیغ کے گلہائے رنگ برنگ

تبلیغ اسلام کے ضمن میں چونکہ مساجد ایک ہراول دستے، روشنی کے مینار اور متلاشیان حق کے لئے آب رواں کی حیثیت رکھتی ہیں اس لئے اس مضمون میں ان کا ذکر غالب رہا، یہاں میں زندگی کے میدان میں ہر اس کوشش کا اجمالی ذکر کروں گا جسمیں کہیں نہ کہیں اسلام کے بارے میں ذکر خیر یا دین کے لئے ادنی حمیت کا بھی اظہار کیا ہوگا۔میں یہاں ان جرائد ومجلات کا بھی ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ سیاست ان کا اوڑھنا بچھونا ہے، فلم بینوں اور پردہ سیمیں کی کٹھ پتلیوں کی تصاویر اور ذکر سے ان کے صفحات رنگا رنگ ہیں لیکن بہر صورت روزانہ نہ سہی ہفتہ میں ایک آدھ بار اسلامی صفحہ کے نام سے اللہ اور اس کے رسول کا ذکر آ ہی جاتا ہے، اللہ تعالی انہیں اور زیادہ توفیق عطا فرمائیں۔

ذیل میں جن عناوین کا ذکر آرہا ہے ان میں سے ہر عنوان تفصیلی بحث کا طالب ہے لیکن مضمون کی طوالت کے خوف سے انتہائی اختصار سے کام لے رہا ہوں، یہ فصل ایک مستقل مضمون چاہتی ہے اس لئے جن اداروں اور جن عالی قدر حضرات کا تذکرہ رہ گیا ہو انہیں میرے علم میں لے آیا جائے تو میں اس تحریر کے نقش ثانی کو مزید بہتر بنا سکوں گا۔

۱۔حلال گوشت:اس ملک میں آغاز کا سہرا چند عرب تجار کا مرہون منت ہے، ساٹھ ستر کی دھائی میں مولانا محمد ادریس شھزادہ اور حافظ محمد یعقوب (برمنگھم) نے ذاتی دلچسپی لیکر اس کی بنیادیں فراہم کیں۔اب حلال فوڈ اتھارٹی کے نام سے ڈاکٹر غیاث الدین حلال گوشت پر نظر رکھواتے ہیں۔

۲۔شعبہ افتاء: ومبلڈن مسجد کے مفتی عبدالباقی شروع شروع میں مرجع کی حیثیت رکھتے تھے، بعد ازاں مولانا محمود احمد میر پوری، ڈاکٹر سید متولی الدرش، مفتی مقبول احمد (گلاسگو) بھی اس میدان کے شہسوار رہے ہے، آج بھی مفتی محمد اسلم، مفتی برکۃ اللہ جانی پہچانی شخصیتوں میں سے ہیں۔اسلامی شریعت کونسل کے پلیٹ فارم سے راقم الحروف، مولانا ابوسعید، شیخ ھیثم الحداد اپنی سی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

۳۔مناظر اسلام: یہاں میں صرف شیخ احمد دیدات کے نام پر ہی اکتفا کروں گا کہ گو ان کا تعلق جنوبی افریقہ سے تھا لیکن انہوں نے لندن، برمنگھم، مانچسٹر اور دیگر شھروں میں عیسائیوں کے ساتھ بڑے بڑے مناظرے کیے جن کی نظیر دوبارہ دکھائی نہیں دیتی۔برمنگھم کا IPCI، ان کے کام کو بڑی دلجمعی سے آگے بڑھا رہا ہے۔

۴۔دعوتی تبلیغی جمعیتیں:

۱۔ یوکے اسلامک مشن اپنی چالیس سے زائد برانچوں کے ساتھ اسلام کے تعارف میں پیش پیش ہے۔راقم سن ۷۶ء میں لندن جیسے بڑے شہر میں نووارد کی حیثیت رکھتا تھا۔مشن کا دفتر اس وقت لور پول روڈ پر واقع تھا جہاں اس وقت کے صدر مشن جناب سلیم کیانی نے مجھے تعاون

کی پیشکش کی اور میں کچھ عرصہ مشن کی رہنمائی میں درس قرآن اور اسلام کے بارے میں لیکچر کا اہتمام کرتا رہا، پھر القرآن سوسائٹی قائم کرنے کے بعد زیادہ وقت سوسائٹی کی مصروفیات، ایشین سنٹر فنز بری پارک میں عربی زبان کی تعلیم اور سکول اور کالجوں میں لیکچر دینے کی نذر ہوتا رہا۔ مرحوم رشید احمد صدیقی سے اس زمانہ سے تعارف تھا جب میں لائل پور (حالیہ فیصل آباد) میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔
چنانچہ انہوں نے بھی اس تعلق کو باقی رکھا۔ مشن ہی کی کوکھ سے ''دعوۃ الاسلام'' نے جنم لیا، جو خاص طور پر بنگلہ دیشی مسلمانوں میں مشن ہی کے انداز پر کام کر رہی ہے۔ جناب عبدالسلام اور اب مودود حسن اس تنظیم کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ اسی فکر سے وابستہ نوجوانوں نے ''ینگ مسلم'' اور ''اسلامک فورم یورپ'' جیسی تنظیمیں بھی قائم کیں۔ مشن سے وابستہ علماء میں مولانا نثار احمد مرحوم، مولانا طفیل حسین شاہ اور اب جناب شفیق الرحمٰن مشہور اور معروف ہیں۔

ب۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ؛

چونکہ شروع شروع میں برمنگھم ہی جمعیت کا نقطۂ آغاز رہا اس لئے لندن وارد ہوتے ہی میں جمعیت کے اجتماعات میں حاضری دیتا رہا۔ ۱۹۷۰ء کے أواخر میں میرے مکان پر ایک اجتماع میں لندن جمعیت کی بنیاد پڑی جس میں جناب محمد ادریس سیٹھی، محمد عثمان شہزادہ اور عبد الرشید مرزا شامل تھے، اور پھر پٹیل برادران سے تعارف ہوا، میری مراد ہے محمد سلیمان اور محمد اسحاق سے کہ جن سب کی انتھک جد وجہد اور ایک اور مہربان محمد طاہر کے تعاون سے مسجد توحید قائم کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔
مرکزی جمعیت کی اب پینتالیس کے قریب شاخیں ہیں جن کی توسط سے قرآن وسنت کی تعلیمات اور توحید خالص کا چرچا برطانیہ کے طول و عرض میں گونج رہا ہے۔

ج۔ جمعیت علماء برطانیہ میں اس جمعیت کو مفتی محمد اسلم، مولانا عبدالرشید ربانی، مولانا عیسیٰ منصوری، قاری تصور الحق، قاری امداد الحسن نعمانی وغیرہم کے حوالہ سے جانتا ہوں، دیوبندی مسلک سے وابستہ یہ تنظیم اپنی بیشتر مساجد کا احاطہ کرتی ہے، کئی مسجدوں کا افتتاح ائمہ حرمین اور خاص طور پر امام حرم مکی شیخ محمد بن السبیل اور شیخ عبدالرحمٰن السدیس کے بابرکت ہاتھوں سے کرا چکے ہیں۔

د۔ جماس یا جمعیت احیاء منہاج السنۃ: اس جمعیت کے روح رواں ابوالمنتصر منور علی ہیں جو نوجوانوں میں سلفی عقائد کی آبیاری کا عنوان ہیں، کئی سالوں سے لیسٹر یونیورسٹی کے احاطہ میں سالانہ کانفرنس منعقد کرواتے ہیں جسمیں مسلسل تین تین دن تک دو سے تین ہزار مرد، عورت اور بچے والہانہ انداز میں شرکت کرتے ہیں۔ ان کانفرنسوں میں بلاد عرب، امریکہ اور یورپ سے علماء اور مفکرین خطاب کرتے ہیں۔ ابوالمنتصر کے والد ڈاکٹر گوہر علی نے امسال اپریل میں وفات پائی جو اپنی سیرت کی تالیفات کی بنا پر عالمی شہرت رکھتے تھے۔

ر۔ جمعیت احیاء التراث الاسلامی:

صدر دفتر کویت میں ہے، لیکن لندن کی شاخ کے توسط سے دعوتی کاموں کو نبھا رہے ہیں۔ کئی سالوں سے موسم گرما میں مسلم خاندانوں کے لئے کسی مضافاتی علاقہ میں کیمپ منعقد کرواتے ہیں جہاں مردوں اور عورتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ خیموں کا انتظام کیا جاتا ہے۔ امسال یہ کیمپ ویلز کے فارسٹ (DEEN) میں منعقد کیا گیا تھا۔

ز۔ تبلیغی جماعت:

ہندو پاک کی تبلیغی جماعت یہاں ڈیوز بری کی جامع مسجد اور لندن کے وائٹ چیپل ایریا میں کرسچین اسٹریٹ پر اپنی ایک اور مسجد کے توسط سے برطانیہ کے طول وعرض میں مولانا محمد زکریا کے نصاب تبلیغ کو زندہ کئے ہوئے ہے۔اب ویسٹ ہیم اسٹیشن کے قریب یورپ کی سب سے بڑی مسجد قائم کرنے کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے، یہ مسجد اولمپک اسٹیڈیم کے بالکل پڑوس میں ہوگی، کام بہت بڑا ہے اللہ تعالی اسے تمام تک پہچانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

س۔ورلڈ اسلامک مشن:

بریلوی مسلک سے تعلق رکھنے والے علماء اس نام سے اپنی مساجد کو متعارف کراتے ہیں، ڈاکٹر طاہر القادری کے عقیدت منداب منہاج القرآن کے عنوان سے اپنی تحریک کو آگے بڑھا رہے ہیں۔علماء بریلویہ سے میرا تعارف کچھ زیادہ نہیں ہے، جناب شاہد رضا کی مسجد (لیسٹر) میں اس وقت حاضری کا اتفاق ہوا جب اسلامک فاؤنڈیشن کے ڈائرکٹر جناب مناظر حسن کی اھلیہ کا جنازہ وہاں لایا گیا تھا۔میری ان دونوں تنظیموں سے صرف یہ گزارش ہے کہ اللہ کے ہاں سرخرو ہونے کے لئے صرف قرآن وحدیث تک ہی محدود رہا جائے تب بھی اولیاء اللہ اور خاص طور شیخ عبدالقادر جیلانی کی متابعت بھی رہے گی اور بدعات کی ترویج کا بوجھ بھی سر پر نہ پڑے گا، الدین النصیحۃ کے تحت یہ بات لکھ دی ہے، مزاج یار میں آئے تو قبول فرمائیں۔

ش۔ تحریک ختم نبوت:

اس نام سے کئی تنظیمیں کام کر رہی ہیں، میرا اولین تعارف اسٹاک ویل (لندن) کے مرکز سے ہوا جس کے روح رواں جناب عبدالرحمن باوا اور مولانا منظور الحسینی تھے، ان کے ایک دوسالانہ اجتماعات سے مجھے خطاب کرنے کا بھی موقع ملا، ضرورت اس بات کی ہے کہ اس عظیم مشن کو ایک خاص حلقہ تک محدود نہ کیا جائے، یہ ایک مشترکہ مسئلہ ہے جس میں ختم نبوت پر ایمان رکھنے والے ہر گروہ اور جماعت کی نمائندگی ہونی چاہیئے۔

ص۔ مکتبہ الدعوۃ:

سعودی عرب کے مکتب الدعوۃ (لندن) کے توسط سے ان تمام دعوتی وتبلیغی کوششوں کو مربوط ومنظم کیا جاتا ہے جو سعودی عرب کی وزارت اوقاف اور دعوت وارشاد سے منسلک دعاۃ ومبلغین سرانجام دے رہے ہیں۔اس مکتب کے موجودہ سربراہ شیخ عبدالرحمن السعید ہیں جو اس سے قبل پاکستان میں ایسی ہی خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔نہ صرف انگلینڈ بلکہ یورپ کے کئی ممالک کے دعاۃ بھی مکتب الدعوۃ ہی کی زیر نگرانی کام کر رہے ہیں۔ سنہ ۸۰ یا اس کے لگ بھگ مکتب کے قائم ہونے سے قبل یہ ذمہ داری راقم خود نبھارہا تھا اور مکتب کے قیام کے بعد بھی اس کا دست وبازو بنا رہا۔

ض۔ مکتب رابطہ عالم اسلامی:

رابطہ عالم اسلامی کا صدر دفتر مکہ مکرمہ میں ہے۔ ساری دُنیا میں اس کی شاخیں ہیں۔ شاخ لندن کا آغاز پہلے U.M.O کے صدر دفتر واقع ٹوٹنگھل گیٹ سے ہوا۔ پھر گوج اسٹریٹ میں PITMAN کالج کی چار منزلہ عمارت کو خرید لیا گیا جہاں مختلف تنظیموں کے اجتماعات ہوتے رہتے ہیں۔ وسط لندن میں ہونے کی وجہ سے اس بلڈنگ کی پہلی منزل نمازیوں کے لئے نعمت غیر مترقبہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ مکتب کے موجودہ مُدیر شیخ عبدالعزیز الحربی نے چاروں منزلوں میں نماز جُمعہ ادا کرنے کی سہولت بہم پہنچا کر ایک بہت بڑی خدمت ادا کی ہے۔ مجھے آغاز ہی سے یہاں ہر ماہ ایک جمعہ قائم کرنے کی سعادت حاصل رہی ہے۔

۵۔ مسلم اسکول:

پرائمری اور پھر سیکنڈری سطح پر پہلے بچیوں کے لئے اور پھر بچوں کے لئے اب تک کئی مسلم اسکول قائم کیے جا چکیں ہیں جن میں برادر یوسف اسلام کا پرائمری، سیکنڈری اور پھر سکستھ فارم اسکول، برادر عبدالکریم ثاقب کا الھجرۃ اسکول (برمنگھم) اور باٹلی میں زکریا گرلز اسکول سرفہرست ہیں۔ اول الذکر اور آخر الذکر دونوں اسکولوں کو دیکھنے بھالنے کا اتفاق ہوا ہے۔ صرف اسکینڈری اسکولوں کی تعداد اب ۶۲ کے لگ بھگ ہو چکی ہے۔

سٹیٹ اسکولوں میں دینی تعلیم کے لئے کورس مہیا کرنا اور اسلامیات کا ایک پیریڈ پڑھانے کیلئے مسلم ایجوکیشن ٹرسٹ کی خدمات بیش قیمت ہیں۔ اس ٹرسٹ کو قائم کرنے میں مرحوم فضل الرحمٰن کا اور اسے کامیابی سے چلانے کا سہرا برادر غلام سرور کو جاتا ہے۔ ان اسکولوں کی صفوں میں تنظیم قائم کرنے میں ابراھیم ھیوٹ پیش پیش ہیں۔ لندن کے اقراء ٹرسٹ نے اسلامیات کا ایک بھرپور نصاب پیش کر کے ایک خوش آئند طرح ڈالی ہے۔

۶۔ دار العلوم:

ھولکومب (بری) میں مولانا یوسف متالا کا قائم کردہ دار العلوم ستر کی دہائی میں قائم ہو چکا تھا۔ اس ماڈل پر بعد میں ڈیوزبری، نوٹنگھم اور لندن میں بھی دار العلوم قائم ہوئے۔

بریلوی مکتب فکر کا حجاز کالج دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا، خبروں اور تصاویر سے اس کا ایک اچھا سراپا نظر آتا ہے۔

۷۔ اسلامیات اور شریعہ کالج:

جدید طرز پر شرعی علوم کی تدریس کے لئے ویلز کی ایک عرب تعلیمگاہ (یورپین انسٹی ٹیوٹ آف ہیومین سائنس) برمنگھم یونیورسٹی سے ملحق کالج اور ڈاکٹر زکی بدوی کا قائم کردہ مسلم کالج (لندن) معروف ادارے ہیں۔ اب ایسٹ لندن میں بھی "طیبون" اور "ابراہیم" کے نام سے دو ادارے قائم ہو چکے ہیں۔ لندن کے SOAS (اسکول آف اورینٹل اینڈ افریکن سٹڈیز) سے ملحق ملک فہد چیئر، ڈاکٹر عبدالحلیم کی سرپرستی میں اھل علم کا مرجع ہے۔ کئی سال سے "تعلیم براہِ بعد" کے ذریعہ لندن اوپن کالج (LOC) المنتدیٰ کے صدر دفتر میں عربی

زبان اورشرعی علوم کی تعلیم دے رہا ہے۔

۸۔شرعی عدالتیں:

سرکاری لحاظ سے تو کسی شرعی عدالت کے قیام کا خواب تو تعبیر نہیں پاسکا ہے لیکن شریعہ کونسلوں کے عنوان سے انگلینڈ میں پانچ مختلف ادارے نکاح وطلاق اور خلع کے مسائل کو نپٹا رہے ہیں جس میں لندن کی اسلامی شریعت کونسل اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ اسے قائم ہوئے پچیس سال ہوچکے ہیں۔اس میں تمام سنی مکاتب فکر کی نمائندگی ہے، برصغیر ھند و پاک اور بنگلا دیش سے نسبت رکھنے والے مسلمانوں کے علاوہ عرب، صومالی، افریقی اور نومسلم حضرات زیادہ تر اسی کونسل سے رجوع کرتے ہیں۔ملک کے کثیر وکلاء بھی شرعی طلاق کے کیس اس کونسل کے حوالہ کرتے ہیں۔کونسل کے پہلے صدر ڈاکٹر سید متولی الدرش اور پہلے سیکرٹری جنرل مولانا محمود احمد میر پوری تھے، جواب دونوں مرحوم ہوچکے ہیں۔اب یہ ذمہ داری علی الترتیب مولانا ابوسعید اور راقم الحروف کے کندھوں پر ہے۔

۹۔اسلامی تحقیق کے مراکز:

اس ضمن میں صرف ایک ادارے ہی کا ذکر کیا جاسکتا ہے اور وہ ہے لیسٹر میں پروفیسر خورشید احمد کا قائم کردہ ''اسلامک فاؤنڈیشن'' جو تیس سال قبل ایک فیکٹری نما عمارت سے اپنا سفر شروع کرکے اب لیسٹر کے مضافات میں ایک وسیع وعریض قطعہ زمین پر قائم ہے، انگریزی میں اسلام کے مختلف پہلوؤں پر بیشمار کتب شائع کرچکا ہے، اور اب پوسٹگر یجویٹ مرحلہ کی تعلیم کے لئے ایک ادارے کو بھی سموئے ہوئے ہے۔ فاؤنڈیشن کی لائبریری طلبہ اور محققین کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔موجودہ ڈائرکٹر، ڈاکٹر مناظر حسن کی رہنمائی میں یہ ادارہ دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کررہا ہے۔

۱۰۔مساجد کونسلز:

مجلس المساجد کے نام سے پہلے پہل رابطہ عالم اسلامی (شاخ لندن) کی کوششوں سے ایک تنظیم قائم کی گئی تھی جو کئی سال تک فعال رہی، مجلس کا ایک بلیٹن (نداء) کے نام سے نکلتا رہا جس کی ادارت راقم الحروف کے سپرد تھی،
ایک دوسری تنظیم (U.M.O) کی سرپرستی میں ڈاکٹر عزیز پاشا نے قائم کی۔مقامی طور پر جنوبی لندن ٹاور ہیملٹ (مشرقی لندن) برمنگھم مڈلینڈ، لنکا شائر اور بریڈفورڈ کی مساجد اپنی اپنی کونسلیں آباد کئے ہوئے ہیں۔انہی کونسلوں سے رؤیت الہلال کمیٹیاں بھی وابستہ ہیں۔اور ایک مرکزی رؤیت الہلال کمیٹی نہ ہونے کی بنا پر یہ مسألہ ہنوز اپنے حل کا منتظر ہے۔

۱۱۔طلبہ کی تنظیمیں:

طلبہ کی تنظیموں کی ابتداء کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اسلامک سوسائٹی کے قیام سے ہوئی، اور پھر ان تمام سوسائٹیوں نے مل کر ''Fosis'' کی بنیاد ڈالی جس کا صدر لندن کے علاقہ ''کل برن'' میں واقع ہے۔فوسیس کی سالانہ کانفرنس نئے اور پرانے طلبہ کے لئے اسلام سے بھرپور شناسائی، باہمی تعارف اور تجدید ایمان کا ذریعہ بنتی رہی ہیں۔

دسمبر کی سخت سردیوں میں ڈربی کے قریب میکفیلڈ کی ایک کانفرنس گاہ میں مجھے کئی دفعہ ان اجتماعات میں شریک ہونے کا موقع ملتا رہا ہے۔ عالم اسلام کی کئی معروف شخصیات جیسے اسماعیل راجی فاروقی، گلبدین حکمت یار، عبدرب رسول سیاف، وغیرہم کو یہیں خطاب کرتے دیکھا، میری رائے میں اسلامک سوسائٹیز اپنے "ہفتہ اسلام" کے ذریعہ غیر مسلم طلبہ میں تبلیغ کا ایک اہم فریضہ انجام دے رہی ہیں۔اور اس ضمن میں ان کی جدوجہد دوسری کئی تنظیموں سے کہیں فائق ہے۔

عرب طلبہ کی اپنی تنظیم ہے جہاں وہ عرب اھل علم اور مفکرین کو دعوت دینا پسند کرتے ہیں۔اور ان کی تنظیم قائم کرنے میں لندن کے دار الرعایۃ الاسلامیہ (مسلم ویلفئر ہاؤس) کا بہت دخل ہے جس کی شیفلڈ، نیو کاسل اور دیگر شہروں میں بھی شاخیں قائم ہو چکی ہیں۔

۱۲۔ملی اور سیاسی تنظیمیں:

قدامت کے لحاظ ڈاکٹر عزیز پاشا کی U.M.O. اور فعالیت کے اعتبار سے MCB (مسلم کونسل آف بریٹن) کو اھمیت حاصل ہے۔ دونوں تنظیمیں مسلم کمیونٹی کی اجتماعی رائے کو منظر عام پر لانے کے لئے جدوجہد کر رہی ہیں۔عزیز پاشا نے اپنی پوری جوانی U.M.O. کی نذر کر دی ہے، اور اب MCB ان کے کام کو تنظیم نو کیساتھ آگے بڑھا رہی ہے MAB (مسلم ایسوی ایشن آف بریٹن) کے نام سے عربوں کی اپنی تنظیم ہے جب کہ (BMF) (برٹش مسلم فورم) کے عنوان سے بریلوی مکتب فکر سے وابستہ علماء نے ایک علیحدہ پلیٹ فارم قائم کر لیا ہے۔ایک زمانہ میں سالم عزام کی اسلامک کونسل آف یورپ اور ڈاکٹر کلیم صدیقی کی مسلم پارلیمنٹ بھی فعال رہیں تھیں۔

مقام شکر ہے کہ ملک کی اکثر تنظیمیں اور مساجد MCB ہی سے وابستہ ہیں۔سر اقبال سکرانی اور اب ڈاکٹر محمد عبدالباری اس کی نظامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

<u>۱۹۸۸</u> میں سلمان رشدی کی ہفوات شائع ہونے کے بعد یو کے ایکشن کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا جو بالآخر MCB کے قیام پر منتج ہوئی۔

۱۳۔راھواران سیاست:

ملکی سیاست میں حصہ لینا ہو تو شہری سطح پر بلدیاتی کونسلوں کا اور قومی سطح پر دارالعوام (Common) اور دارالخواص (LORDS) کا نام ذھن میں آتا ہے۔

لارڈز کی حد تک پچھلی صدی کے نصف اول میں لارڈ ھیڈ لے کا تذکرہ ووکنگ کے اسلامک ریویو کی وساطت سے علم میں آیا۔

اب یہ کیفیت ہے کہ ہر بڑے شہر کی مقامی کونسل میں کوئی نہ کوئی مسلم کونسلر نظر آ ہی جاتا ہے۔ہاؤس آف لارڈز میں لارڈ نذیر احمد نے مسلمانوں کی نمائندگی کا خوب حق ادا کیا ہے۔

ہاؤس آف کامن کے چار مسلم ممبران سے توقع ہے کہ انہوں نے دنیاوی وجاہت تو حاصل کر لی، کیا اسلام کے لئے بھی کلمہ خیر بلند کرنے کی ہمت کریں گے۔

رسپیکٹ پارٹی کے جارج گیلووے، ایوان رڈلی، ڈاکٹر محمد نسیم اور سلمی یعقوب مسلمانوں کے مسائل پر کھل کر بات کرتے رہے ہیں۔اور امید

کی جاتی ہے کہ مسلم عوام ان کی خوب پذیرائی کریں گے۔

۱۴۔فلاحی تنظیمیں:

برمنگھم کی اسلامک ریلیف کہ جس کے روح رواں ڈاکٹر ہانی البناء ہیں اور لندن کی مسلم ایڈ (۸۵ءمیں قائم شدہ) کو تمام فلاحی تنظیموں میں سبقت حاصل ہے۔مؤخرالذکر کے قائم کرنے میں اکیس تنظیموں نے حصہ لیا تھا۔برادر یوسف اسلام پہلے چیرٔ مین تھے، مجھے بھی اس کے تاسیسی اجلاس میں شریک ہونے اور ایک مرحلہ پر اسکی صدارت کا بوجھ سنبھالنے کا موقع مل چکا ہے۔اس تنظیم نے دولاکھ کے بجٹ سے آغاز سفر کیا تھا،اب اسی نوے لاکھ پاؤنڈ کی رقم ہر سال دنیا کے کئی ممالک میں غرباء، فقراء، سیلاب اور زلزلے کی تباہ کاریوں کے شکار لوگوں کی حالت کو سدھارنے پر خرچ ہوتی ہے۔موجودہ صدر مشہور دانشور خرم مراد کے صاحبزادے فاروق مراد ہیں۔
اب ان دو تنظیمیں کے علاوہ حشرات الارض کی طرح بے شمار یک رکنی، یا سہ رکنی تنظیمیں سر اٹھا چکی ہیں کہ زکاۃ وصدقات کا جمع کرنا ایک آسان کام ہے۔لیکن ان کے جمع کردہ خزانوں میں سے کتنا مستحقین تک پہنچتا ہے، وہ راز ہے جسے صرف اللہ تعالی ہی جانتے ہیں۔

۱۵۔پروفیشنل حضرات کی تنظیمیں:

مقام مسرت ہے کہ ڈاکٹر، وکلاء، سائنٹسٹ حضرات نے اپنی اپنی تنظیمیں قائم کر رکھی ہیں۔لندن کے ڈاکٹر عبدالمجید قطمہ اور برمنگھم کے ڈاکٹر احمد یار خان اور ڈاکٹر تصور الحق، ھیسٹنگ کے ڈاکٹر طارق رجبی اور ساؤتھ اینڈ کے ڈاکٹر محمد ادریس کی کاوشیں ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔
وکلاء اور سائنٹسٹ حضرات بھی پیچھے نہیں رہے۔ایک مسلمان مبلغ مولانا شفیق الرحمٰن کی جبری ملک بدری کا کیس جیت کر بیرسٹر جناب صبغۃ اللہ قادری نے بھی ایک اچھا تأثر قائم کیا۔بیرسٹر اختر راجا بھی اس میدان کے خوب شناسا ہیں۔
ذبیحہ پر سب سے پہلا کتابچہ ڈاکٹر مصطفٰی فاروقی کی ریسرچ کا نچوڑ ہے، عرصہ ہوا ووکنگ کے محمد بشیر مصری صاحب نے حیوانات سے نرمی کے برتاؤ پر ایک کتابچہ تصنیف کیا تھا۔ماحولیات پر فضل خالد کی تصنیف ایک علمی خدمت ہے۔سلیم الحسنی کی تصفیف (ایک ہزار مسلمان ایجادیں بزبان انگریزی) ایک شاہکار کتاب ہے۔فلکیات میں میرے صاحبزادے ڈاکٹر اسامہ حسن کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ رائل آبزرویٹری کے نوتعمیر گنبد (DOME) میں سماء دنیا پر چمکنے والے ستاروں اور سیاروں کی حرکت پر مشتمل پروگرام کا شو (SHOW) وقتاً فوقتاً پیش کرتے ہیں۔اور ناظرین کو ان کے عربی ناموں کی اصلیت سے آگاہ کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔

۱۶۔شعراء وادباء:

شعر وشاعری میں دلچسپی ضرور رکھتا ہوں لیکن میرا یہ میدان نہیں، جن شعراء سے خوب تعارف رہا اور جن کے اشعار کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ان میں چار حضرات اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔اور وہ ہیں: جناب منیر احمد، جناب غلام نبی، سلطان الحسن فاروقی اور عبدالرحمٰن بزمی۔
مؤخرالذکر سے تعارف قیام نیروبی سے تھا۔اور ان کی جودت طبع، خیال کی پرواز، الفاظ کی گھن گرج اور قافیہ ردیف کی موزونیت کا ہمیشہ معترف رہا۔اب اسلامی ذھن رکھنے والے شعراء میں برمنگھم کے عبدالرب ثاقب، محمد فاروقی، نیلسن کے عبدالعزیز اظہر اور لندن کے جناب

عادل فاروقی کی شاعری کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ اُدباء میں محمد شریف بقاء، احمد خواجہ، مولانا عیسی منصوری، حافظ عبدالاعلی، عقیل دانش اور نثار سلیمانی کی تحریریں میری نظر سے گذرتی رہیں ہیں اس لئے ان کا ذکر قلم پر آگیا وگرنہ صحافتی حلقوں میں اُساتذہ ادب کی کمی نہیں۔

۱۷۔ صحافت:

نیروبی کے قیام دوران ہی دالتھم اسٹوو (لندن) سے جناب عبدالرزاق مرحوم کا اخبار وطن نظر نواز ہوتا رہتا تھا۔

جناب حاشر فاروقی کا جاری کردہ ''امپیکٹ'' بھی بزمی صاحب کے توسط سے مطالعہ میں آتا رہا۔ یہاں آکر جنگ اور ملت سے تعارف حاصل ہوا۔ مانچسٹر کے ''ہلال'' بریڈفورڈ کے ''راوی'' اور برمنگھم کے صراط مستقیم میں سے موخر الذکر ابھی تک میدان صحافت کے شہسوار کی حیثیت سے سرپٹ دوڑ رہا ہے، اور اسے چار چاند لگانے میں مولانا محمود اُحمد میرپوری کے بعد مولانا حفیظ اللہ خان، مولانا محمد عبدالہادی اور مولانا ثناء اللہ سیالکوٹی کا بڑا ہاتھ ہے۔ راقم اس جریدے کا شروع ہی سے مضمون نگار رہا ہے بلکہ کچھ عرصہ اس کے انگریزی ایڈیشن کا مدیر بھی، انگلینڈ کے اردودان حلقہ میں اگر تبلیغ کتاب وسنت کی بات ہوگی تو صحافتی حلقہ میں صراط مستقیم سرفہرست رہے گا، برمنگھم ہی سے جناب خرم بشیر ''ڈان'' کے نام سے ایک انگریزی بلیٹن بھی نکالتے رہے ہیں،

جنگ (لندن) کے ایڈیٹر ظہور نیازی اسلامی ذہن رکھتے ہیں، رویئت ہلال کے موضوع پر ایک محققانہ مقالہ شائع کر چکے ہیں۔ امید ہے کہ مسلمانِ برطانیہ کی صفوں میں اتحاد پیدا کرنے کے لئے کوئی متفقہ حل پیش کریں گے۔

انگریزی صحافت میں ''امپیکٹ کے علاوہ'' فواد نھدی کا Q News، احمد درسی کا مسلم نیوز اور محمد عبدالمالک کا ''مسلم ویکلی'' عوام الناس کی رہنمائی کررہا ہے۔ سارہ جوزف کا EMEL ان عالی قدر میگزین میں سے ہے جن تک عام لوگوں کی رسائی مشکل سے ہو پاتی ہے۔ اردو جرائد میں اوصاف، نیشن، اور نوائے وقت کا عالمی ایڈیشن مفید اضافے ہیں۔

۱۸۔ جزوقتی مدارس:

مراد ہے بچے اور بچیوں کے لئے شام کی اور پھر ہفتے اتوار کی وہ کلاسز جو تقریباً ہر مسجد سے ملحق مدرسہ میں منعقد ہوتی ہیں اور جن میں قرآن ناظرہ کے علاوہ حفظ اور دین کی مبادیات کی بھی تعلیم دیجاتی ہے۔ مسلمان بچوں کو آغاز عمر میں دینی تعلیم سے روشناس کرانے اور دینی ماحول کو اپنانے میں ان مدارس کا بہت بڑا کردار ہے۔ یوکے اسلامک مشن اور جمعیت اھل حدیث سے ملحق مدارس کا اپنا نصاب ہے۔ اور ایسے ہی دسرے مسالک فکر کا۔

مسجد توحید سے ملحق مدرسۃ التوحید کو کامیابی سے چلانے کیلئے برادرم نثار احمد (بحیثیت پرنسپل) کی کاوشیں قابل تحسین ہیں۔ بچیوں کا مدرسہ ام وہیب کی انتھک محنت کی بنا پر ایک مثالی درسگاہ کی حیثیت رکھتا ہے کہ مدرسہ کے سالانہ جلسہ تقسیم انعامات میں ان بچیوں کی کارکردگی ہمیشہ قابل تعریف اور فائق ہوتی ہے۔

۱۹۔ مسلمان قیدیوں سے رابطہ:

انگلینڈ کی جیلوں میں مسلم آبادی کے تناسب سے مسلمان قیدیوں کی ایک معتد بہ تعداد پائی جاتی ہے۔ حکومت کی طرف سے ان قیدیوں کی اسلامی ضروریات جیسے نماز جمعہ کی ادائیگی، حلال گوشت کی فراہمی اور رمضان میں سحر وافطار کی سہولت بہم پہنچائی جاتی ہے اور ایسے ائمہ کا تقرر عمل میں لایا گیا ہے جو روزانہ یا ہفتہ وار جیل ''یاترا'' کے موقع پر مسلمان قیدیوں سے رابطہ استوار رکھتے ہیں۔ راقم اٹھارہ سال تک لندن کی سب سے بڑی جیل ''وارم وڈ سکرب'' میں ہر ہفتے جمعہ کے اجتماعات سے خطاب کرتا رہا ہے اور اس بات کا شاہد ہے کہ جہاں ان جیلوں میں لوگوں کو اصلاح کی توفیق ہوتی ہے وہاں مسلمان قیدیوں کے توسط سے غیر مسلم حضرات میں بھی اسلام کا تعارف ہوتا ہے اور ان میں سے کئی سعید روحیں حلقہ بگوش اسلام ہو جاتی ہیں۔ مذکورہ جیل میں میرے بعد سوڈان کے شیخ طیب اسی ذمہ داری کو نبھا رہے ہیں۔

میرے علم کے مطابق اس کار خیر میں بہت سے ائمہ شریک ہیں۔ برمنگھم میں برادرم خرم بشیر عرصہ دراز سے یہ کام کر رہے ہیں۔

۲۰۔ اسلامی کتب کے پبلشر:

طہ پبلشر کے افسر صدیقی کی شب و روز محنتوں سے ان کا ادارہ بیشمار کتب شائع کر چکا ہے، ان کی قابل ذکر کتابوں میں ان کی اہلیہ کی کاوش بابت قرآن کے چند پاروں کا لفظی ترجمہ اور احمد تھامسن کی (نیو ورلڈ آرڈر) اور (بلڈ آن داکراس) قابل ذکر ہیں۔

میرا اپنا قائم کردہ مختصر سا ادارہ قرآن سوسائٹی کے نام سے بیس اسباق پر مشتمل کورس برائے مطالعہ قرآن کو متعارف کرانے کا اعزاز حاصل کر چکا ہے۔ اس کورس کی تحریر میں برادرم اجمل احمد نے بھی تعاون کیا اور اب میری صاحبزادی خولہ حسن کی ایڈیٹنگ کے بعد اس کا نقش ثانی طباعت کا منتظر ہے۔

برمنگھم کے برادران نعیم وسعید ابناء محمد صدیق، الہدایہ کے نام سے ایک کامیاب پبلشنگ ہاؤس چلا رہے ہیں جو قرآن وسنت کی تعلیمات پر مشتمل سینکڑوں کتابیں منظر عام پر لا چکا ہے۔

لیسٹر کی اسلامک اکیڈیمی نے برادرم اقبال احمد کی رہنمائی میں ڈاکٹر ف. عبدالرحیم کا عربی تعلیم کا کورس اور مولانا ابوالحسن علی الندوی کی قصص النبیین کا انگریزی ترجمہ فراہم کر کے ایک عمدہ خدمت انجام دی ہے۔

مسلم ایجوکیشن ٹرسٹ اور اسلامک فاؤنڈیشن کی خدمات کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ اور بھی کئی ادارے ہیں جو اس وقت ذھن مین مستحضر نہیں ہیں۔

۲۱۔ مسلم ڈائرکٹری:

برطانیہ کی مساجد کا تذکرہ سب سے پہلے رابطہ عالم اسلامی (لندن) کی قائم کردہ مجلس المساجد نے ایک مختصر ڈائرکٹری کی شکل میں پیش کیا، البر فاؤنڈیشن نے ایک جیبی سائز کی ڈائرکٹری عام افادے کے لئے شائع کی اور اب چند سالوں سے ''مسلم ڈائرکٹری'' کے نام سے ایک ضخیم اور جامع معلومات کتاب شائع ہو رہی ہے جو برطانیہ کی تمام مساجد، تنظیموں، اسکولوں اور ہر طرح کے مسلم اداروں، انجمنوں کا تعارفی

احاطہ کرتی ہے۔نعیم ڈار نے اس عظیم کام کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔گرین پیجز(Green Pages) کے نام سے امسال ایک اردو ڈائرکٹری نے اپنا تعارف کرایا ہے۔

برمنگھم یونیورسٹی سے ملحقہ ادارہ (کرسچین اینڈ مسلم سٹڈیز) کے ڈائریکٹر جورگن نیلسن کئی سال تک ایک ماہانہ بلیٹن پیش کرتے رہے ہیں جسمیں برطانیہ کے طول عرض سے نکلنے والے تمام انگریزی جرائد اور مجلات میں اسلام اور مسلمانوں سے متعلق شائع شدہ خبروں اور مواد کو اکٹھا کردیا جاتا تھا جو کہ ایک انتہائی قابل قدر کوشش تھی،اب غالبا یہ بلیٹن صرف انٹرنیٹ پر دستیاب ہے۔

برسبیل تذکرہ بتاتا چلوں کہ مجھے اپنے ایم اے اور پی ایچ ڈی کے مقالات کی تیاری میں مذکورہ ڈاکٹر نیلسن کی رہنمائی حاصل رہی ہے،مؤخر الذکر مقالے کا اتمام جناب ڈاکٹر محمد ابراھیم سورتی کی زیرنگرانی ہوا جو اب ''قاف'' کے نام سے برمنگھم میں عربی زبان کی تعلیم کا ایک ادارہ چلا رہے ہیں۔

۲۲۔ریڈیو اور ٹیلی ویژن:

مسلمانوں کا اپنا کوئی مستقل ریڈیو اسٹیشن نہ ہونے کی بنا پر رمضان کے مہینہ میں لندن لیوٹن، برمنگھم، بریڈفورڈ، گلاسگو اور دوسرے کئی شہروں میں عارضی اسٹوڈیو سحر وافطاری کے پروگرام پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

تین سال قبل بریڈفورڈ کے محمد ساجد صاحب نے لندن سے ''اسلام چینل'' کی نشریات کا آغاز کیا جسے بعد میں تونس کے محمد علی صاحب نے چار چاند لگائے، آغاز ہی سے میرا تفسیر پر مشتمل درس، مسجد توحید کی محراب کے سایہ میں ریکارڈنگ کے بعد اسلام چینل کی زینت بنتا رہا، اور پھر باقاعدہ اسٹوڈیو کے قیام کے بعد(Journey through the Quran) کے عنوان سے مسلسل جاری ہے۔الحمدللہ کے اس پروگرام میں اب تک پورا پارہ عم اور سورۃ البقرۃ کی مکمل تفسیر پیش کرنے کی سعادت حاصل کر چکا ہوں۔اسلام چینل کے دیگر پروگراموں کو پیش کرنے میں ایتھوپیا کے ابوحنیفہ،لندن کے ابونبیل، مانچسٹر کے نعمت اللہ، امریکہ کے یاسر قاضی اور دیگر کئی علماء وفضلاء شامل ہیں۔اب برمنگھم سے اسلام ریڈیو کی نشریات کا آغاز ہو چکا ہے۔چند دوسرے چینل جیسے DM, QTV اپنے فہم اسلام کو متعارف کرانے میں دن رات ایک کئے ہوئے ہیں، ہم چونکہ قرآن وسنت کی ستھری نکھری تعلیمات کے داعی ہیں اس لئے ہر مسلمان کو اس بات کی طرف دعوت دیتے ہیں کہ نوک قلم پر آنے والا لفظ، زبان سے ادا ہونے والا کلمہ، انسان کی تقریر دلپذیر سب اللہ کے ریکارڈ میں محفوظ ہو جاتی ہیں۔اگر عاقبت سنوارنی مقصود ہے تو خدارا دین کے نام پر خرافات کی ترویج کی بجائے صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات کریں۔

۲۳۔اسلامک بینکنگ:

سود سے بچنا اور بچانا ایک اسلامی فریضہ ہے،اسلامی طریقہ سے مارگیج بہم پہنچانے کے لئے اب تک کئی اسکیمیں آچکی ہیں جس کی ابتداء البرکہ بنک سے ہوئی، البنک الأھلی (کویت) نے اس کام کو آگے بڑھایا اور اب اسلامک بنک آف برٹن نے اس میں اور نکھار پیدا کیا ہے، ہم امید کرتے ہیں کہ اقتصادیات کے مسلم ماہرین ایسی اسکیم متعارف کرانے میں کامیاب ہوں گے جسمیں سود کا قطعا کوئی شائبہ تک نہ پایا جاتا ہوگا۔

۔کتابیات۔

1: John J.Pool:Studies in Muhammadanism

2: King OFFA: A Leaflet published by Ta Ha Publications

3: Nabil Matar: Islam in Britain

4: Rozina Visram: Ayahs, Lascars & Princes

5: A History of Woking

6: Victorian Woking

7: Woking Mosque Trust Deed

8: Mehmood Naqashbandi: Islam & Muslims In Britain

9: Islamic Cultural Centre's booklet on its history

10: Muslim Directory

11: Abdullah Quillium Society: A leaflet about its project

12: London Muslim Centre: A leaflet on the history of East London Mosque

13: The Muslim News, 24.2.2006

14: مجلہ ضیاء السنہ کلکتہ کا ایک قدیم شمارہ

15: "انگلستان میں اسلام" اسلامیہ پریس لاہور مطبوعہ ۱۸۹۲ء (بحوالہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری)

Islam in England

By

Dr.Suhaib Hasan

Chairman
Masjid & Madrasa Al-Tawhid Trust

80 High Road Leyton London E15 2BP